تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد چہارم

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسّرُ القرآن

فدائے عشقِ مُحمّدی

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی مُحمّد علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ______ تفسیرِ علیم (جلد چہارم)

ترتیب و پیشکش ______ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ______ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ جولائی ۲۰۰۹ء	۲۵۰۰

297.64
93 ع
89701

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد چہارم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرُ القرآن، فدائے عشقِ محمدی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سَگِ افضلی، حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمتہ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلیّ اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللّٰہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلیّ اللّٰہ عَلیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلیّ اللّٰہ عَلیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلاتِ ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجیے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعا گو اور دُعا جو

رابعہ ثانی

سورۂ بقرہ پارہ ۲ الم
آیات نمبر ۱۴۵ تا ۱۴۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ
اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ
وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۖ
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝

Marfat.com

ترجمہ: اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو۔ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سُننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تُو ضرور ستمگار ہوگا۔ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (اے سُننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تُو شک نہ کرنا اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف مُنہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں، تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا۔ بے شک اللہ جو چاہے وہ کرے۔

Marfat.com

میں نے سورہ بقرہ کی جن آیات کی تلاوت کی ہے، یہ وہی تبدیلیٔ قبلہ کے متعلق آیات ہیں۔ اس سے پچھلی آیات نمبر ۱۴۴ جو ہے اسی میں اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں نے قبلہ تبدیل کر دیا، دلداریٔ محبوب کے لئے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کے دل میں خواہش تھی کہ خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) ہی قبلہ بن جائے۔ تو میں نے اتنی بھی دیر نہ لگائی کہ وہ زبان سے کچھ عرض کر سکتے۔ صرف آسمان کی طرف ان کا دیکھنا ہی میرے لئے کافی تھا اور میں نے یہ حکم جاری کر دیا۔

اب جب کہ یہ حکم آگیا تو آپ اسی بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کریں چاہے جہاں کہیں بھی ہوں۔ اس سے ایک بات ظاہر ہوئی کہ حکم کی تنسیخ سے پہلے اس پر عمل کرنا ہدایت ہے۔ جب تک قبلہ اوّل کی تنسیخ نہیں ہوئی تھی، تو وہی عبادت، وہی ہدایت، وہی اطاعت تھی کہ اس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔ جب اس کی تنسیخ کا حکم آگیا تو پھر پچھلے حکم پر عمل کرنا عین کفر، فسُوق اور عصیان بن گیا۔

تو مومن کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اللہ کی رضا کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؛ کل وہ کہتا تھا کہ مسجدِ اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو تو ہمارے لئے وہی جائز تھا، وہی ہدایت تھی۔ آج وہ فرماتا ہے کہ اب اور ہمیشہ قیامت تک بیت اللہ شریف کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔ تو اب وہ ہدایت ہے۔ اپنی خواہش سے ہم اسے نہیں بدل سکتے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ ان کو تو اپنی کتابوں سے پہلے ہی پتہ تھا کہ تبدیلیٔ قبلہ ہوگی، آپ کی ساری نشانیاں اُن کو بتائی ہوئی تھیں۔ اور اب میں نے جو یہ آیت اُتاری ۱۴۴ اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو تسکین دے دیں کہ یہ رب کی مرضی ہے کہ آپ قبلہ بدل دیں، اور ان کا جواب دینا مقصود تھا۔ لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ رب کی طرف سے ان کے اعتراضات کا جواب آگیا تو وہ آپ پر ایمان لائیں سوائے وہ جن کو ہدایت ہوگئی۔ اور وہ تو اپنے حسد اور بغض میں ہیں کہ یہ آپ کی کوئی بات نہیں ماننی۔ تو چاہے ان کو علم آگیا ہو چاہے حکمت آگئی ہو، یا اللہ کی نشانیاں آگئے ہوں، ان کے لئے بے کار ہے۔

Marfat.com

یاد رکھیں کہ جو بنی اسرائیل ہیں، اہلِ کتاب ہیں اس میں تین طبقے ہیں۔ ایک وہ طبقہ جو عوام الناس کا ہے، انہیں کچھ پتہ نہیں کہ حکم کیا ہے؟ اور کیا کرنا ہے، وہ تو اتباع کرتے ہیں اپنے پادریوں اور کلیسائی لیڈروں کی۔ اور ایک طبقہ ان کے عالموں کا ہے، جن کے پاس علم ہے، لیکن وہ اس کو چھُپاتے ہیں۔ اس میں تحریف کرتے ہیں۔ کُفر اور فسُوق پر ضد کرتے ہیں اور بغاوت پر ڈٹے ہوئے ہیں اس لئے کہ ان کو ہدایت نہیں ہے، ان کا نفس ان پر غالب ہے۔

تو تیسری کیٹگری وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی۔ تو وہ ان کے لئے اظہر من الشمس ہے۔ آپ کو دیکھا تو ایمان لائے، آپ کو دیکھا تو پہچان گئے۔ یاد رکھیں کہ آپ کے ہمارے پہچانے جانے میں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچانے جانے میں کچھ فرق ہے ہماری جانیں، ہمارے ماں باپ اُن پر قربان۔ ہماری پہچان اس دنیا میں اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب ہم پیدا ہوتے ہیں یعنی دُنیا میں آتے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی پہچان تو اس وقت سے شروع ہوگئی جب اُن کا نُور پیدا ہوا اور جب وہ نُور پیشانی پر رکھا گیا تو تمام ملائکہ کو اِس کا سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔ تو ان کے چرچے تو ہمیشہ سے رہے ہیں۔ اسی لئے ان کو اوّل و آخر کہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک پہچانے جائیں گے۔

ہماری پہچان ہمارے انتقال کے بعد ختم ہوتی ہے۔ قیامت میں ہمیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ ہاں ہمارے نامۂ اعمال پر فیصلہ ہوگا کہ فرشتے ہمیں پکڑ کے لے جائیں گے۔ اور جنت میں داخل کریں گے یا دوزخ میں۔ اللہ ہمیں عذاب سے محفوظ رکھے۔

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال کے بعد بھی ساری دُنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن تو سب سے پہلے وہ تخت پر بیٹھے ہوں گے۔ ساری اُمّتیں اُن کو پہچانیں گی۔ جنہوں نے دنیا میں ان کا کفر کیا تھا اور ان سے ضد کی تھی، ان پر ایمان نہ لائے تھے، وہ بھی ان کو پہچانیں گے۔

تو اللہ فرماتا ہے، ولئن اتیت الذین۔ اگر آپ

Marfat.com

لے آئیں اُوتوا الکتٰب یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے، اہلِ کتاب کے سامنے آپ لائیں بکل اٰیت وہ تمام نشانیاں کہ کیوں قبلہ تبدیل کیا گیا؟ تو بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی، اپنی ضد اور حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے۔ ولئن اتیت اگر آپ لے آئیں ان لوگوں کے پاس جن کو میں نے کتاب دی ہے، یہود و نصاریٰ تمام آیتوں اور تمام نشانیوں کے ساتھ تمام فرقان و بُرہان کے ساتھ پھر بھی وہ آپ کی اتباع نہیں کریں گے، آپ کے قبلے کو نہیں مانیں گے۔

میں نے جو دلیل دی کہ کیوں میں نے قبلہ تبدیل کیا؟ اور کلام پاک میں آیت اُتاری، وہ آپ کی تسکین اور ایمان کو تقویت دینے کے لئے، یہ ان کو قائل کرنے کے لئے تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برہان آگئی تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ ایمان تو ہدایت سے ہوتا ہے۔ یہ تو ہوا کے غلام ہیں، خُدا کے غلام نہیں ہیں۔ لہٰذا باوجود اللہ تعالیٰ کی تمام نشانیوں کے وہ آپ کے قبلہ کو نہیں مانیں گے، جہاں تک آپ

Marfat.com

کا تعلق ہے۔ وما انت بتابعٍ قبلتك۔ آپ ان کے قبلہ کے تابع نہیں۔ ان میں کسی کا قبلہ بیت المقدس کا مغربی حصّہ، کسی کا مشرقی حصہ، اب آپ اس کو نہیں مانیں، اس لئے کہ آپ کا تنسیخِ قبلۂ اوّل آچکا ہے۔

"وما بعضھم" اور ان سے کچھ لوگ بتابعٍ قبلتك بعض۔ اب ان کا آپس میں بھی یہ حال ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں کے قبلے کو نہیں مانتے۔ ان کی آپس میں بھی پھوٹ ہے۔

تو اُمّتِ مسلمہ میں اور بنی اسرائیل میں کیا فرق ہے۔ اُمّتِ مسلمہ میں ۷۲ فرقے ضرور ہیں، لیکن بنیادی چیزوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نہ توحید پر، نہ رسالت پر، نہ قبلہ پر، نہ صوم پر نہ صلوٰۃ پر، نہ حج اور زکوٰۃ پر، اسلام کے کسی بھی بنیادی ارکان پر ان میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ شامتِ اعمال تو صرف بنی اسرائیل کی ہے کہ بنیادی عقائد پر بھی آپس ان کے اختلافات ہیں۔ آپ کی اُمّت ممتاز ہے ان معنوں میں کہ اختلافات کے باوجود بھی بنیادی عقائد پر ہم آہنگی ہے۔ تو وما بعضھم بتابعٍ قبلة بعضٍ۔ ان میں سے ایک دوسرے کے قبلے کو

نہیں مانتا، توآپ کو کہاں مانیں گے، یہ تو ویسے ہی گمراہ ہیں۔

پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ولئن اتبعت اھواءھم" اگر آپ ان کی خواہش کے مطابق عمل کریں گے، ان کی اتباع کریں گے، من بعد جاءك بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آگیا ہے، تو کیا ہوگا۔ انّك اذالمن الظالمین ہ تو بے شک آپ بھی بے انصافوں میں ہوں گے۔

یہ قبلہ کی تبدیلی جو ہوئی تھی یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے لئے ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا کوئی شُبہ ہو۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ جن کو مخاطب کر رہا ہے، وہ اُمّت کو کر رہا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے، کہ دیکھو اگر اب، جب کہ تم تک یہ بات پہنچ چکی ہے کہ تمہارا بیت اللہ شریف قبلہ ہوگیا ہے۔ اب اس کے بعد یہودیوں اور نصرانیوں کو خوش کرنے کے لئے قبلہ تبدیل کیا گیا تو تم گنہگاروں میں سے ہو گے، کافروں میں سے ہو

گئے اور یہیں سے وہ مسئلہ آتا ہے کہ تنسیخ حکم سے پہلے اُس حکم کی اطاعت عین حق ہے۔ اور تنسیخِ حکم کے بعد نئے حکم کی اطاعت حق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ اپنے بنیادی اصول اور ایمانیات کو قربان کریں گے یہود و نصاریٰ اور اغیار کی خوشنودی کے لئے، جیسے کہ اب اس کے امکانات بڑھتے جا رہے ہیں۔ یا جیسے ایک زمانے میں جمعیت علمائے ہند کے جو کانگریسی علماء تھے وہ ہندؤں کی دلداری کے لئے گائے کی قربانی نہیں کرتے تھے۔ تو کافروں، فاسقوں اور گمراہوں کی خوشنودی کے لئے اسلام کے بنیادی اصول میں یا کسی بھی احکام میں مفاہمت کرنا عین گمراہی ہے۔

اسلام کس بات کا نام ہے؛

اسلام تو نام ہے رضائے الٰہی بہ سرِ تسلیم خم کرنے کا، جب جو حکم ہوگا اس کی اطاعت کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولئن اتبعت اھواءھم .... من الظالمین ۝

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثارو! ان کے اُمّتیو! تم ہوشیار رہنا کہیں تمہارا نفس میری ہدایت پر غالب نہ آجائے، اپنے دل میں ہدایت کو مضبوطی سے پکڑو، تمہارے

دل میں مروت اگر کافروں کی آگئی۔ ہنود، یہود و نصاریٰ کی آگئی اور ان کی خوشنودی کے لئے، ان سے اچھے تعلقات بنانے کے لئے تم نے میرے احکام کی اگر خلاف ورزی کی، اس پر کوئی مفاہمت کی، تو تم صریحاً فسق و فجور اور کفر پر ہو گے اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔

اللہ تعالیٰ کا کیسا کرم ہے کہ وہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیں ان امور سے آگاہ کر رہا ہے جس میں ہمارے قدم آسانی سے پھسل سکتے ہیں۔ ہم میں تو اب ایمانیات کی اتنی کمی ہو گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کو تو چھوڑیں مسلمانوں میں جو بے دین اور لادین قسم کے لوگ ہیں جب وہ سامنے آجاتے ہیں، جو اپنے کو لبرل کہتے ہیں تو ہم ان کی خوشنودی کے لئے اپنے کو تائب کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم بھی بڑے لبرل ہیں۔

لبرل کا مطلب کیا ہے؟

اللہ کے احکامات سے دُوری۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ لبرل تو کوئی نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے زیادہ لبرل نہیں ہو سکتے، اس کی شان بڑی ہے۔ اس کا علم بڑا ہے۔ تو اس نے جو احکام دے دیئے ہیں اس سے زیادہ لبرل

احکام اور نہیں ہو سکتے۔ آپ اُس کو بہتر کرنے کی کوشش نہ کریں، اگر آپ نے اس کو بہتر کرنے کی کوشش کی تو یہ ایسے ہی ہو گا جیسے یہود و نصاریٰ نے تحریف کی۔

اللہ تعالیٰ ۱۴۶ ویں آیت میں فرماتا ہے: اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کوئی عام انسان تو نہیں کہ آپ پہچانے نہ جائیں۔ جن کو ہدایت ہوتی ہے وہ عمر فاروق بن جاتے ہیں اور جن کو ہدایت نہیں ہوتی وہ ابو جہل ہی رہتے ہیں۔ یہ تو میری ہدایت کا ایک راز ہے۔ ہدایت سے معرفت آتی ہے اور معرفت سے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔

تو جن کو میں نے ہدایت دی ان کو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت آ گئی۔ اور جن کو ہدایت نہیں ہے وہ چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچان سکتے، ان پر ایمان نہیں لا سکتے۔ آپ کی ذات تو یہ ہے کہ آپ کو عوام الناس اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو ہزاروں میں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ تو لاکھوں کروڑوں میں ایک ہیں، ہر شخص آپ کو پہچان جائے گا۔

الذین اتینھم الکتاب ..... ابناءھم۔ جن کو ہم نے کتاب دی، وہ پہچانتے ہیں اس بات کو کہ آپ کا فرمانا حق ہے کہ اب یہی قبلہ ہے، آپ کی ذات حق ہے۔ آپ کے علاوہ سب ناحق اور باطل ہیں، اس بات کو اہل کتاب ایسے جانتے ہیں جیسے وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی کتاب میں تو سب کچھ واضح لکھا ہوا ہے۔

ہم ان مقلدین کی بات نہیں کر رہے ہیں، ہم ان علماء کی بات کر رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی جن کو ہم نے کتاب دی اور ان کا علم دیا۔ وہ تو آپ کو پہچانتے ہیں۔ ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں لیکن ضد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو حق ہیں آپ اظہر من الشمس ہیں، آپ کی رسالت برحق آپ کے احکامات برحق، آپ کی حدیثیں برحق اور آپ کا میرا محبوب ہونا برحق ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ باوجود اس کے کہ سب باتیں اچھی طرح جانتے ہیں، حق کو اچھی طرح پہچانتے

Marfat.com

ہیں لیکن پھر بھی حق کو چھپاتے ہیں۔ گواہی کو چھپاتے ہیں۔
ان فریق منھم۔ ان میں سے کچھ گروہ ایسے ہیں جو حق کو جان بوجھ کر ضد میں چھپاتے ہیں۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ آپ ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو حق ہوتا ہے وہ رب کی طرف سے ہوتا ہے "الحق من ربك" حق جو ہے وہ آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ اب اُمّت کی طرف اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ کہتا ہے حق جو ہے وہ رب کی طرف سے ہے اور ھوا جو ہے وہ نفس کی طرف سے ہے۔ باطل جو ہے وہ ھوا کی طرف سے ہے فلا تکونن پھر آپ ایسے نہ ہوجائیں۔ کیسے؟ من الممترین شک کرنے والوں میں سے۔

ایمان کے معاملے میں شک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے کہ ایمان کے جزئیات جو ہیں وہ حق ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر کسی قسم کا شک کرنا بُرا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں، جو لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت، ان کے والدین کی عظمت پر شک کرتے ہیں،

وہ کتنے عذاب کے مستحق ہیں اور وہ کس حد تک ہدایت پر ہیں اور کس حد تک گمراہی ہیں۔

ان آیات سے کچھ اصول وضع ہوتے ہیں مسلمانوں کے فرقے آپس میں بہت مخالف ہیں مگر پھر بھی اہلِ کتاب سے کم۔ کیونکہ یہ سب توحید، رسالت، قرآن مجید، قبلہ اور قیامت وغیرہ پر متفق ہیں۔ اُن کا تو قبلہ بھی ایک نہیں ہوسکا۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما بعضهم .... بعض۔ یہ تو آپس میں قبلہ پر ہی متفق نہیں ہیں۔ نہ اس بات پر متفق ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے یا تیسرے خدا تھے، یا اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے۔

ہر شخص اپنی اپنی بات کرتا ہے، ان میں تو اتنا اختلاف ہے بنیادی چیزوں پر۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب ایک دفعہ حکم آگیا پھر اگر تم نے اسی پچھلے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی تو پھر صریحاً کفر اور فسق ہے۔ البتہ اس حکم کا اطلاق ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہما پر نہیں ہوتا جن تک تبدیلیٔ قبلہ کی خبر نہیں پہنچی۔ اور وہ اس بے خبری کے عالم میں قبلہ اوّل کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ لیکن جب خبر

Marfat.com

پہنچی تو انہوں نے قبلہ درست سمت میں کر لیا۔

یہ مسئلہ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ دُنیا میں آنے والے انبیاء نے جب اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو پھر ایمان لانا ان کے دور کے لوگوں پر فرض ہو گیا تھا اور جو ایمان نہیں لایا وہ کافر ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا سزاوار ہوا لیکن وہ لوگ جن تک اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکا یا ایسی بستیاں ہوں گی جہاں تک انبیاء نہیں پہنچ سکے، وہ لوگ اگر توحید پر قائم ہیں تو ان کو معافی ہے۔ اس لئے کہ توحید کا پیغام تو ازل سے حضرت آدم علیہ السلام سے ملا ہوا ہے۔ تو جو لوگ توحید پر قائم ہیں، اور ان تک شریعت نہیں پہنچی ان کو معافی ہے۔ وہ صاحبانِ ایمان مانے جائیں گے۔

اسی طریقے سے جن صحابہ کرام تک تبدیلیٔ قبلہ کی خبر نہیں پہنچی اور انجانے میں انہوں نے قبلہ اوّل کی طرف رُخ کر لیا ان پر اس آیت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ تو خطا وہ ہوتی ہے جو عمداً ہو، سہواً خطا ہو، تو اس کی تلافی کر لیں۔ جب آپ کو علم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ سزا نہیں دیتا۔

 89701

Marfat.com

ایک اور اصول اس آیت سے وضع ہوا کہ ضد اور حسد بُری چیز ہے۔ ضد اور حسد انسان کو کُفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ان کو ضد تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر یہ مسجد اقصیٰ کو قبلہ مان جائیں جو ہمارے انبیاء کا قبلہ رہا ہے تو پھر ہم اس بات پر غور کریں گے اور مان جائیں گے ان کو کہ ہاں یہ سچے لوگ ہیں۔ تو انہوں نے ایمان پر بھی شرط لگا دی کہ ہمارے قبلہ کو قبلہ مانو تو ہم تم کو نبی مانیں گے۔ یہ جو ضد اور حسد ہے یہ کفر تک پہنچانے والی چیز ہے، اس سے بچنا چاہیئے۔

تین چیزیں یعنی ہدایت، ایمان اور معرفت یہ خاص عطائے ربانی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے انہی کو معرفت عطا ہوتی ہے، انہیں کو ایمان اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ یہ جو باغی لوگ تھے، یہ سرکش اور ضدی تھے، جو حاسد تھے انہیں حسد اور ضد کی سزا نے ہدایت، ایمان اور معرفت سے محروم رکھا۔ یہ خالص اللہ تعالیٰ کی عنایتیں اور نعمتیں ہیں۔

ایک اور اصول اس سے یہ واضح ہوا کہ جس کے دل میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عناد ہے اس تک ہدایت نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا ایسے لوگوں

Marfat.com

کو پہچاننے کی کوشش کریں اور ان سے گریز کریں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی کیوں بے حُرمتی کی گئی؟ اس لئے کہ ان کے دلوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے عناد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب تو قرآن پہنچ گیا، ان کا کام پورا ہو گیا، اب ان سے کوئی مطلب نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تک ہدایت نہیں پہنچتی۔ پھر ان سے اس طرح کی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ قبل از تنسیخ شرعی حکم کی تعمیل خدا ہے۔ اور بعد از تنسیخ شرعی حکم کی تعمیل ھوا ہے۔ تو اس معاملے میں ہوشیار رہیں، ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا ہے۔

شرعی حکم یہ ہے کہ شراب نہ پیو، لیکن بہت سے لوگ ہیں جو پہلے والے حکم قرآن کو پڑھتے ہیں کہ جی شراب سے اجتناب کرو۔ شراب پی کر مسجد میں نہ جاؤ۔ یہ صرف ھوا ہے، ھُدیٰ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے لوگ بعد از تنسیخ آیت کے منسوخ شدہ حکم کی تعمیل کر رہے ہیں کہ شراب پی کر مسجد میں نہیں جاتا، لیکن شراب پئیں گے ضرور۔

Marfat.com

اسلام کے اندر کُفّار کی رعایت کفر اور ظلم ہے۔ لہٰذا اس بات سے آپ ہوشیار رہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رواداری کے بھیس میں شیطان آپ سے کُفر اور ظلم کرا رہا ہے۔ آپ کو آپ کا نفس یہی سکھا رہا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں یہ تو رواداری ہے۔ حالانکہ وہ دراصل کفر اور ظلم ہے۔ اس کی ایک جملے میں ایسی تفسیر ہے جو آپ کے قلب میں جاگزیں ہو جائے گی وہ یہ کہ ھوا کا پابند ھدیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ھوا خواہشات کو کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے، لہٰذا اپنے نفس پر قابو رکھو۔ تزکیۂ نفس کرو۔ اور نفس کو قلب کے تابع کرو۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ جو یہود و نصاریٰ ہیں وہ تو اپنی ضد میں انکار کرتے ہیں۔ تم تو مسلمان ہو صاحب ایمان ہو، تم کیسے انکار کر سکتے ہو۔ اگر تم انکار کرو گے تو تم مسلمان ہی نہیں رہو گے۔ اور میں نے تو یہ بتایا تھا کہ ان کے عُلماء تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بچّوں کو پہچانتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حق کو نہ پہچانتے ہوں۔

اس میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ ہمارے اور سرکارِ دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچانتے میں فرق ہے جس طرح میں
نے تین باتیں بتائی تھیں۔

یہ جو دوسری آیات یعنی ۱۴۶، ۱۴۷ ہیں ان سے بھی کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ علم اور معرفت میں فرق ہے۔ یہود و نصاریٰ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تو تھا مگر ان کی معرفت نہیں تھی۔ علم صفات کی پہچان کرواتا ہے اور معرفت ذات کی پہچان کرواتی ہے۔ اور معرفت آتی ہے اسمِ ذات سے۔ اللہ اللہ اللہ۔ جب قلب ذکرِ الٰہی سے منور ہو جائے تو معرفت آجاتی ہے۔ اور معرفت ذاتِ الٰہی اور ذاتِ محمدی کا عرفان عطا فرماتی ہے۔

تو دوسرا اصول جو اس میں نکلا وہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان علم پر موقوف نہیں۔ علم تو ان کو عطا ہو گیا تھا کتاب میں اور ہر شخص نہیں پہچان سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی ذاتِ کریم ہر ایک سے ممیّز اور ممتاز ہے۔ ان جیسا تو کوئی نہیں۔ یعنی ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان آسان ہے۔ ان کے غلاموں کی پہچان آسان ہے، ان کے دشمنوں کی بھی

پہچان آسان ہے۔ ان کی ذات سے جو وابستہ ہو یا نہ ہو، وہ بھی بہت آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔

وحی کے بعد کسی تائید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے کہ وحی آتی ہے کہ قبلہ بدل دو لیکن جب تک یہود و نصاریٰ نہ مانیں ہم نہ مانیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب اللہ کا حکم ہو گیا تو وہ قطعی اور آخری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ حق کو چھپاتے ہیں اور حق ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف چھپانا گناہ ہے، اور یہ گناہ کفر کی حد تک آپ کو لے جاتا ہے۔ اس کی تفسیر صوفیانہ ہے۔ علم ایک اضطراری ہوتا ہے اور ایک اختیاری ہوتا ہے۔ اور حسد و عناد دونوں علم کا حجاب ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننا اضطراری علم ہے۔ ان کی ہستی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کو ان کی پہچان کرا دی۔ خشک لکڑی بھی ان کے فراق میں رو رہی ہوتی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کا وہ جلا ہوا خشک تنا جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے، وہ رویا تھا۔ تو ان کی ہستی تو یہ ہے کہ

Marfat.com

شجر و حجر بھی ان کو پہچانتے ہیں۔ میں اپنی بات نہیں کر رہا۔ اس میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے۔

ایک کرنل نواز صاحب ہوتے تھے، ایک زمانے میں ان سے ہمارے بڑے مراسم تھے۔ میری عادت ہے کہ جب بھی میں ڈرائیو کرتا ہوں تو درود شریف پڑھتا رہتا ہوں۔ تو وہ کہتے تھے کہ قاضی صاحب جب آپ گزرتے ہیں تو یہ سارے پھول پتے درود پڑھتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نام آجائے تو سننے والوں پر درود شریف پڑھنا فرض ہو جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ کنجوس کوئی نہیں جو میرا نام سنے اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ یہ تو انسان اپنی ھوا پر عمل کرتا ہے۔ شجر و حجر تو فطری طور پر عابد ہیں، وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہیں تو درود پڑھتے ہیں۔

تو کرنل صاحب کہتے ہیں کہ آپ جب راستے میں پڑھتے جاتے ہیں "صلی اللہ علیک یا محمد" تو ساتھ ساتھ ایک کورس ہوتا ہے۔ سڑک کے دونوں طرف کے جو سارے پودے ہیں وہ بھی درود میں شامل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ ان کو تو شجر و حجر پہچانتے ہیں۔ پھر انسان بھلا کیسے نہیں پہچانے گا۔ انسان تو ذی ہوش زیادہ ہے، ان کو تو جلی ہوئی لکڑی بھی پہچانتی ہے۔

علماء کے تین گروہ ہیں۔ ایک مقلد جو صاحبانِ علم اور صاحبانِ معرفت کے علم پر تکیہ کرتے ہیں، اور ان کی تقلید کرتے ہیں تاکہ وہ محفوظ رہیں۔ اگر ہم تک علم نہیں پہنچا اور ہم نے کوشش نہیں کی تو ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ جو صاحبانِ علم اور صاحبانِ معرفت ہیں ہم ان کے مقلد ہو کر رہیں۔

اور ایک وہ ہیں جو محقق ہیں۔ جیسے حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام جعفر صادق، امام مالک، امام شافعی (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) یہ سارے محققین ہیں۔ اور ایک اہلِ مشاہدہ جیسے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ مشاہدہ اور معرفت کے ساتھ علم حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے مرشد پاک حضرت شاہ محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ علمِ کسبی سے انکار نہیں، لیکن اس سے ہمیں کچھ سروکار بھی نہیں۔ ہم تو رب کے دیئے ہوئے علم پر قلب کی

Marfat.com

طرف جھانکتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا علم دیا۔ اور وہ آپ تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن جس شخص میں بغض اور حسد ہو وہ کبھی معرفت کا پھل نہیں کھا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ تشیع کے ہاں کوئی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ پیدا نہیں ہوئے، ان کے ہاں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا۔ اور چونکہ اُن کے بغض وحسد کی وجہ سے ان کے ہاں نہیں ہو سکتا لہٰذا ولی کی حیثیت ہی سے مُنکر ہو گئے ہیں۔ یعنی اگر ہم نہیں بن سکتے تو ہم مانتے بھی نہیں۔ یہ ضد، بُغض اور عناد ہے۔

اس سے ایک اور مسئلہ حل ہو گیا کہ عالم کے مُستَنَد تو تین ہی گروہ ہیں۔ ایک مقلّد، ایک محقق اور ایک اہلِ مشاہدہ۔ جو ان تینوں میں نہیں ہوا اس کا علم معتبر نہیں ہے۔ یعنی جو مقلد بھی نہیں، محقق بھی نہیں اور صاحبِ مشاہدہ بھی نہیں، اس کا علم معتبر نہیں۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غیر مقلد کا علم معتبر ہو جائے۔

وہابی کیا کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں، کسی کی بات نہیں مانتے۔ تو علم تو اسی کا معتبر ہے جو مقلد ہو، کسی بزرگ کی کسی عالم کی پیروی کر رہا ہو یا خود اس نے تحقیق کی ہو۔ یا خود

اس نے مشاہدہ کیا ہو، جیسے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، جیسے حضرت شاہ عارف رحمتہ اللہ علیہ۔

یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ابنِ تیمیہ ہمارے لئے شیخ الاسلام ہیں، اس کی کوئی اہمیت نہیں، اس لئے کہ وہ نہ مقلد ہے نہ محقق اور نہ ہی اہلِ مُشاہدہ۔

تم اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی ایک شرط ہو گی۔ تزکیۂ نفس پہلے کرو۔ قلب کو ھوائے ھوس سے، حسد سے اور بُغض سے پاک کرو، اس لئے کہ یہ زہر ہے۔ یہ وہ جراثیم ہیں جو پودوں کو کھا جاتے ہیں، علم کی کونپلوں کو کھا جاتے ہیں۔ پہلے ان جراثیم سے اپنے قلب کی کھیتی کو پاک کرو، پھر وہاں علم کی کونپلیں نکلیں گی۔

اس سے ایک اور بھی اصول ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک حق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے الحق من ربك یہ رب کی طرف سے حق ہے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عین حق ہے۔

ایک اور بات یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ وہ بنی نوع

Marfat.com

انسان میں بُرے اور بھلے کو ممیّز فرماتے ہیں، علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جو ان پر ایمان لائے وہ بھلا ہے جو نہ لائے وہ بُرا۔

ان کی ذات ذاتِ حق ہے، وہ حق کو باطل سے ممیّز کرتی ہے۔ وہ اچھے کو بُرے سے، مومن کو کافر سے اور روشنی کو اندھیرے سے علیحدہ کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان عطا فرمائے، ہمارے قلوب کو بُغض حسد اور کینے سے پاک فرمائے، ہمیں علمِ لدُنی عطا فرمائے۔ ہمارے ایمان کو تقویت عطا فرمائے۔ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں برکت عطا فرمائے، ان کی محبت میں استغراق عطا فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین

Marfat.com

پارہ الٓمّٓ سورہ بقرہ
آیات نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ
اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا
يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَ
لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ: تو خبردار شک نہ کرنا اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف مُنہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا۔ بے شک اللہ جو چاہے کرے اور جہاں سے آؤ اپنا مُنہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں اور اے محبوب تم جہاں سے آؤ اپنا مُنہ مسجد حرام کی طرف کرو، اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر جو ان میں نا انصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ۔

آپ کے سامنے جو آیات پڑھی گئیں، اس کے لئے عرض ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قبلہ اُولیٰ یعنی مسجد اقصیٰ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو اس

Marfat.com

وقت کے یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کو کیوں نہیں اپنایا، وہ ہمارے قبلہ کی طرف کیوں مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ بیت اللہ شریف قبلہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کیا۔ اس لیئے کہ انبیاء کی جو خواہشات ہوتی ہیں وہ رضائے الٰہی سے ہوتی ہیں۔ جب رب کسی بات پر راضی ہوتا ہے تو وہ خواہش کرتے ہیں اور جب وہ خواہش کرتے ہیں تو وہ پوری ہو جاتی ہے۔

اس طرح جب مسجد بنی سلمہ میں جسے مسجد قبلتین بھی کہتے ہیں، حکم ہوا خانہ کعبہ بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کرنے کا، تو پھر اعتراض کیا گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنے قبلہ سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں اس کی اطلاع دے دی تھی ان اُمّتوں کو کہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم امام قبلتین ہوں گے۔ وہ واحد نبی ہوں گے جو دو قبلوں کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ ان کو یہ شرف حاصل ہوگا کہ قبلۂ اُولیٰ اور قبلۂ ثانی دونوں کی طرف رُخ

Marfat.com

کریں گے۔ اس لئے کہ ان کے لئے یہ بات اہم نہیں تھی کہ وہ کس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بات اہم تھی کہ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ انہوں نے اللہ کی مخلوق کے سامنے یہ ثابت کرنا تھا کہ، رضائے الٰہی عین عبادت ہے۔

جب تک رب نے کہا کہ مسجدِ اقصیٰ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو، اس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی۔ اور جب حکم ہو گیا کہ بیت اللہ شریف کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو، اس کو قبلہ بناؤ، اس کو قبلہ بنا دیا، تو راضی برضائے الٰہی ہر صورت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، یہ تو ہٹ دھرمی میں ایسا کرتے ہیں۔ یہ تو جانتے ہیں اور آپ کو بھی پہچانتے ہیں۔ اور اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ آپ امام القبلتین ہیں۔

الذین اتینھم .... ابناءھم۔ جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی۔ یعنی یہود و نصاریٰ، یہ تبدیلیٔ قبلہ کو اس طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جیسے کہ یہ اپنے بچّوں کو اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ ان کے لئے اس بات کو سمجھنا کوئی

مشکل نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے ایک فریق علمائے سُو کا ہے۔ وہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے اور نفس کی سرکشی کے تحت جان بوجھ کر حق کو چھُپاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی باتوں پر آپ دھیان نہ دیں۔

الحق من ربك ، یہ قبلہ حق ہے اور رب کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کے اعتراضات کے جواب دیتا ہے بلکہ اس بات کی تصدیق بھی کرتا ہے کہ یہ حکم میری طرف سے ہے۔ اس پر کسی جھگڑے، کسی حُجّت اور دلیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اس کو وجہ نزاع بناتا ہے تو وہ بد طینتی اور بد نیّتی کی وجہ سے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکل .... خیرات ؕ ہم نے ساری اُمّتوں کے لئے، ان کے چہروں کے لئے ایک قبلہ بنا دیا ہے جس طرف وہ اپنا مُنہ کر کے عبادتِ الٰہی کرتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے الگ قبلہ ہے۔ یہود کے لئے الگ، نصاریٰ کے لئے الگ۔ ان کے لئے سمتوں کا قبلہ بنایا۔ ہم پر فضل وکرم یہ کیا کہ سمت کا پابند نہیں کیا۔ تمہارا قبلہ اگر تم مسجدِ حرام کے اندر رہو تو بیت اللہ

شریف ہے۔ اور اس کے باہر ہو تو جس سمت میں مسجد الحرام ہے اس سمت چہرہ کرنا ہے۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ سارے چہروں کے لئے یعنی ہر اُمّت کے لئے چہروں کے لئے جو قبلہ مقرر ہے وہ اس طرف اپنا رُخ کریں، اپنا چہرہ کریں۔

فاستبقوالخیرات ہ پس نیکی میں سبقت لے جاؤ۔ ان کے کہنے میں نہ آؤ، یہ تو تمہیں اس دنیا میں گناہوں کی ذلّت اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ تاکہ تمہارے قلوب اور تمہارے وجود اللہ تعالیٰ سے دُور رہیں۔ ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو، تمہارا کیا کام ہے؟ نیکی میں سبقت کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

نیکی کیا ہے؟ اطاعتِ الٰہی ہے۔ جس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ کیا، اُس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھو۔ جو ان کا قبلہ ہے وہ تمہارا قبلہ ہے۔ کعبے کا کعبہ وہ ہے اور تمہارا کعبہ بھی وہ ہے۔ تم اپنے دل کا کعبہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بناؤ۔ جب تمہارا دل میرے محبوب کی طرف ہو جائے گا، تو جدھر ان کا چہرہ ہو گا اُدھر تمہارا چہرہ ہو گا۔ اور پھر تمہیں خیراتِ حسنات میں سبقت لے جانے میں بھی مدد

Marfat.com

ملے گی۔

اینما تکونوا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ میرا حکم جو تھا وہ صرف مسجد قبلتین کی طرف نہیں تھا کہ صرف وہاں چہرہ بدل لو۔ میرا حکم جو ہے وہ زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ میرے حکم کی تحدید مکان و زمان سے نہیں ہے کہ مسجد قبلتین میں بیٹھے تو اس طرف مُنہ کر لیا بلکہ جہاں کہیں بھی ہو، جس وقت بھی ہو۔ کیا کرو؟

ایابکم اللہ جمیعًا ہ اللہ تم سب کو اپنے سامنے اکٹھا کرلے گا۔ چاہے تم پاکستان میں ہو یا سعودی عرب میں، انگلینڈ میں ہو یا امریکہ میں۔ سارے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایک دن اکٹھا کرلے گا، اور اس دن فضیلت ہو گی خیرات میں سبقت لے جانے والوں کی۔ جب اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا تو یہود و نصاریٰ کے علماء اور کُفّار کو سزا اس لئے ملے گی کہ ان کی اقتدا کرتے ہوئے دوسرے کُفّار نے بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ سے بغاوت کی۔ شریعت محمدی پر ایمان نہیں لائے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، ان کو اس کی سزا ملے گی۔ اور جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہوں ان کو ان کی خیرات و

Marfat.com

حسنات کی جزا ملے گی۔

ان میں سے اکثر کے درجات اس لئے بلند ہوں گے، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں جو اولیاء اللہ اور صدیقین ہوں گے، ان کی نسبت اور توجہ سے اُمّتیوں کی آخرت سنورے گی۔ جس طرح سے علمائے کفر کی توجہ سے لوگوں کی آخرت بگڑی تھی، علمائے حق، صدیقین اور اولیاء اللہ کی توجہ سے لوگوں کی آخرت بنے گی۔

اور بے شک علمائے حق، صدیقین اور اولیاء اللہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہے۔ اس لئے کہ اکثر ان کی حضوری میں میرے آقا و مولیٰ قبلہ عالم غوثِ زماں شاہ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں ہر وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سجدہ ریز رہتا ہوں"

ہر وقت ان کے قدموں میں سر رکھ کر میں سجدے کی حالت میں رہتا ہوں۔ میرا وجود چاہے جہاں کہیں بھی ہو میری روح سجدے میں رہتی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیرہ۔ فاستبقوا الخیرات ہ تم نیکی کی طرف دوڑو، نیکیاں کماؤ، خیرات و حسنات کرو۔ اس لئے کہ یہ

Marfat.com

عین اللہ کی قدرت میں ہے کہ تمہارے درجات میں بلندی کرے۔ تمہیں نیکی پر لگا دے، تمہیں اپنے کسی محبوب کے حوالے کر دے۔ تمہیں اپنے کسی در کے فقیر کے حوالے کر دے تاکہ تمہاری آخرت سنور جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن حیث خرجت .... مسجد الحرام۔

یہ میرا حکم زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ تم چاہے یہاں سے نکل کر کہیں بھی جاؤ، تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ فول وجھك۔ اپنے چہرے کو شطر المسجد الحرام ○ مسجد حرام کی طرف کر لو۔ مسجد حرام وہ ہے جس کے اندر بیت اللہ شریف ہے۔ فرمایا مسجد حرام کی طرف اپنا رُخ کر لو۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قبلہ مقرر کیا ہے، ہماری سمت نہیں مقرر کی کہ صرف جنوب کی طرف یا شمال کی طرف منہ کر کے یہود و نصاریٰ کی طرح نماز پڑھیں۔ اگر ہم پاکستان میں ہیں تو مغرب کی طرف مُنہ کریں گے اس لئے کہ مسجد حرام مغرب کی طرف ہے اور اگر امریکا میں ہوں گے تو مشرق کی طرف کریں گے۔ انگلینڈ میں ہوں گے

تو جنوب مشرق کی طرف منہ کریں گے، اگر رُوس میں ہوں گے تو جنوب مغرب کی طرف کریں گے۔ اور اگر ساؤتھ افریقہ میں ہوں گے تو شمال مشرق کی طرف کریں گے۔

ہم نے تمہیں آزادی دی ہے۔ ہم نے تمہیں کسی ایک سمت کا پابند نہیں کیا، جس کو میرے دوست نے بنایا تھا۔ اس مبارک جگہ کا پابند کیا جس نے پہلی بار مٹی اُگلی تھی۔ اور جہاں سے مٹی حضرت جبریل علیہ السلام اٹھا لائے جس سے میں نے تمہارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنایا۔ ہمیں تو اس مٹی کی عظمت تمہارے دلوں میں جاں نشین کرانی ہے جس مٹی کے پُتلے کی پیشانی میں ہم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور رکھا تھا۔

وہ مٹی کیوں معزز ہوئی؟ وہ مٹی اس لئے معزز ہوئی کہ اس سے ہمارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنا۔ اور مٹی سے جو نہ بنا وہ پیشانی بنی، اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور رکھا گیا۔ اس وجہ سے یہ جگہ معزز اور محترم ہوگئی۔ اور وہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انتہائی پسند ہے۔ پہلے میری رضا پر وہ مسجد اقصیٰ کی طرف اپنا چہرہ کر کے نماز پڑھتے تھے، لیکن دل میں میری

رضا پر خواہش رکھتے تھے کہ اس معزز جگہ کو قبلہ بنا دیں۔
لہٰذا میں نے تمہیں سمت کا پابند نہیں کیا، میں نے تمہیں قبلہ کا پابند کیا ہے۔ اور اس بات پر ڈٹے رہو قائم رہو، اس لئے کہ یہ حق بات ہے۔ اور یہ وہی حق ہے جو رب کی طرف سے آیا وما اللہ بغافل عما تعملون ٥ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں۔ جب تم خیرات میں سبقت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ جو تم کرو گے اس کا تمہیں انعام ملے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو اس کی تمہیں سزا ملے گی۔
تو تم یہود و نصاریٰ جیسے نہ بنو۔ تم تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو۔ تم جب سب اکٹھا کئے جاؤ گے تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کے سبب میرے محبوبین اور میرے عاشقین کے غلام ہونے کی وجہ سے تم دوسری اُمتوں کے شہید بنائے جاؤ گے۔ تم ان کی گواہی دو گے۔ اس طرح تمہارا کچھ اور مشن ہے، تمہارا مقصدِ حیات کچھ اور ہے۔ لہٰذا تم استقامت سے حق پر قائم رہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے۔ وہ ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہے، سُنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ تو ہی

Marfat.com

بات اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں بیان فرمائی ہے۔

ومن حیث خرجت..... الحرام۔ یہ اس آیت کا پہلا حصّہ ہے، اس میں واحد کا صیغہ ہے۔ وجھك اپنے چہرے کو۔ یہ حصّہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہے کہ آپ جہاں کہیں سے نکلیں۔ پہلے تو یہ تھا جہاں کہیں جائیں۔ اب یہ حکم ہے کہ جہاں کہیں سے بھی نکلیں تو اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کرلیں۔

آیت کا اگلا حصّہ ہے: وحیث ما کنتم... شطرہٗ۔ یہ جمع کا صیغہ ہے۔ تم جہاں کہیں بھی ہوا کرو پس اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کرلیا کرو۔ پہلے اللہ نے یہ بتایا کہ یہ بات حق ہے۔ پس تم کہیں جاؤ یا کہیں سے آؤ جہاں کہیں بھی تم ہو اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کرلیا کرو۔

یہ کیوں ضروری ہے؟ اس لئے ضروری ہے تاکہ للناس علیکم حجتہ۔ لوگوں سے جھگڑنے کے لئے تنازعہ کرنے کے لئے حُجّت ہو کہ دیکھو تمہارا کیسا قبلہ ہے کہ تم یہاں ہوتے ہو تو خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہو اور کسی اور جگہ ہوتے ہو تو کسی اور طرف چہرہ کرتے ہو۔

شریعت میں ہے کہ بعض صُورتوں میں اگر قبلے کی

Marfat.com

طرف چہرہ نہ بھی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں ہو سکتا ہے، جہاں اندازہ ہو اسی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ تو اس عمل کا تمہارے لئے، اُمّت کے لئے عمل کرنا کیوں ضروری ہے کہ اس میں روگردانی کرنے سے تمہارے مخالفین کو یہود ونصاریٰ کو حجّت کرنے کا موقع نہ ملے، اس لئے اس پر سختی سے عمل کرو۔

کچھ لوگ ایسے ہیں کہ آپ کچھ بھی کہیں، رب کی طرف سے آئی ہوئی دلیلیں بھی بتادیں۔ پھر بھی وہ تنازعہ اور فتنہ وفساد کریں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوا ہے۔ کفر اور طغیانی سے اور بغاوت سے ان کے لئے حجت کی گنجائش نہیں رہے گی۔ اتمام حُجّت ہو جائے گا۔ لیکن جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوا ہے یہ گنہگار لوگ ہیں۔

الا الذین ظلموا منہم۔ کسی کے پاس حُجّت نہیں رہے گی۔ اتمام حُجّت ہو جائے گا لیکن جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوا ہے کفر اور طغیانی سے اور بغاوت سے ان کے لئے حجت کی گنجائش نہیں رہے گی۔

یاد رکھو کہ مومن کا ایک رب ہے، جو اس ایک رب

Marfat.com

سے نہیں ڈرتے، ان کو سو خداؤں سے ڈرنا پڑتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تخشوھم۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ تو یہود و نصاریٰ کیا کہتے ہیں، وہ کتنے زبردست ہیں کتنے اثر و رسوخ والے ہیں سب گمراہ ہیں، پس نہ ڈرو ان سے۔

"واخشونی" میں تمہارا رب ہوں مجھ سے ڈرو۔ اگر خشیت کسی کی جائز ہے تو رب ذوالجلال والاکرام کی۔ غیر اللہ کی خشیت جائز نہیں ہے۔ مجھ سے ڈرو، خیرات میں حسنات کرو۔ اس لئے کہ تم سب اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اور کیوں مجھ سے ڈرو۔ ولاتم نعمتی علیکم۔ کہ میں تم پر نعمت مکمل کر دوں، اپنا فضل پورا کر دوں۔ اگر تم مجھ سے ڈرو گے میری اطاعت کرو گے، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قلب کا قبلہ بناؤ گے، تو میں تم پر اپنے فضل و کرم کا اتمام کر دوں گا۔ تمہیں میں نعمتوں سے نواز دوں گا۔ ولعلکم تھتدون ہ اور تم ہدایت پا جاؤ گے۔

قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ ط کہہ دو کہ ہدایت

Marfat.com

وہی ہے جو رب کی طرف سے ہے۔ یہ جو یہود و نصاریٰ کہتے ہیں یہ گمراہی ہے۔ تو خشیتِ الٰہی ذریعہ ہے اتمامِ نعمت کا۔ تکمیلِ نعمت کا، معراج فضل و کرم کا۔ اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے تم میری اطاعت کرو۔ تم مجھ سے ڈرو گے اور کسی اور سے نہ ڈرو گے تو میں تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کر دوں گا۔ تمہیں مالا مال کر دوں گا، نہ صرف یہ کہ تم نعمتوں سے مالا مال ہو جاؤ گے بلکہ تم ہدایت یافتہ بھی ہو جاؤ گے۔

ہدایت یافتہ کون لوگ ہوتے ہیں؛ اھدنا الصراط .... علیھم۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھا ہوا ہے اتمم نعمتی علیکم۔ مجھے وہ راستہ عطا فرما دے جس پر چل کر میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ جن پر تیری نعمتیں نازل ہوئیں۔ جن پر تیرا فضل و کرم ہوا ہے۔

ان آیات کا پہلا تعلق تو یہ تھا کہ پہلے تبدیلیٔ قبلہ کی حکمت بیان کی گئی۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہر ملت کا ایک قبلہ مقرر ہے۔ یہ بھی اللہ بتا رہا ہے کہ آپ کچھ بھی کر لیں، یہ اہلِ کتاب تو کبھی نہیں مانیں گے۔ ہر ایک قوم کی توجہ الگ الگ چیزوں پر ہے۔ وہ کیسے بتائیں گے، اس دنیا میں تو نہیں بتا سکتے، ہاں قیامت کے دن میرے سامنے سب اکٹھے

Marfat.com

کئے جاؤ گے۔ لہٰذا ہر نسل کا رُخ الگ الگ ہے، اس لئے نسل کا رُخ نہیں بدلتا۔

جس کو ہدایت مل جاتی ہے، اس کا قبلہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تم اطاعتِ الٰہی کرو۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قبلہ مانو، جس لوہ قبلہ کہیں اس کو تم اپنا قبلہ کہو۔ سرداران کُفّار اپنے مُریدین کفر کی سزا پائیں گے۔ مشائخ و علماء اپنے معتقدین کے ذریعے مراتب پائیں گے۔ تب کسی صدیق، کسی ولی کے معتقدین نیکی میں سبقت لے جائیں گے۔ تو ان کے اعمال کا انعام ان کے مرشد کو بھی ملے گا۔ اس طرح مُرشد کے فضل و کرم سے ان کے مریدین اور معتقدین قیامت کے دن فوز و فلاح پائیں گے۔ اور ناقص لوگ کاملین کی برکت سے کامل ہو جائیں گے۔ اور ان بکھرے ہوئے لوگوں کا ناقصوں کو کاملوں کے ساتھ اکٹھا کرنا، ان لوگوں کے ساتھ اکٹھا کرنا جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نعمتیں پوری کی گئی ہیں یہ رب کا کام ہے۔

اس کی جو پہلی آیت میں نے پڑھی تھی اس کے کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ فاستبقوا الخیرات ط دینیات میں آگے بڑھنا افضل عمل ہے، دین کی باتوں میں

Marfat.com

آگے بڑھنا افضل عمل ہے اور مسلمانوں کی سمت جُدا جُدا ہیں اور قبلہ ایک ہے۔ لہٰذا طریقت میں سلسلے جُدا جُدا ہیں کسی کے ہاں ذکرِ خفی ہے، جیسے نقشبندی، اور کسی کے ہاں ذکرِ جہر ہے جیسے قادریہ سلسلہ اور کہیں ذکرِ خفی بھی ہے اور ذکرِ جہر بھی ہے۔ لیکن وجد بھی ہے جیسے سلسلہ چشتیہ۔ تو طریقت میں بھی سلسلے الگ الگ، مُرشد الگ الگ، دل ذاتِ الٰہی اور ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سجدہ ریز۔ اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ رب ذوالجلال والاکرام ہے۔ اور اہلِ طریقت کا قبلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ازل سے اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے جو کچھ رکھ دیا اسے اسی کی طرف راغب کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتیوں میں سے کچھ کو اپنا دوست اور ولی بنایا۔ وہ رب کی طرف اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دل وجان سے راغب ہو گئے۔ جو کُفّار ہیں وہ باطل کی طرف راغب ہو گئے۔ جو عام مسلمان ہیں وہ جنّت و دوزخ، عذاب و ثواب کی طرف راغب ہو گئے۔ ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے ازل سے جو لکھ دیا ہے، اسی طرح سے دنیا میں عمل ہو گا

Marfat.com

ایمان اور اعمالِ صالح یہ بھی بذاتِ خود بہت بڑی نعمت ہیں۔ لیکن اس سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالح اور شریعت کے ساتھ طریقت بھی ہو تاکہ دل کا قبلہ درست ہو جائے۔

ہر کام میں رضائے الٰہی تلاش کرنا چاہیئے، جس طرح قبلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رضائے الٰہی کے لئے تم کو ایسا کرنا ہے۔ دُنیاوی حرص بُری چیز ہے، لیکن دینی حرص اچھی چیز ہے فاستبقوا الخیرات۔

قیامت میں سب اُمتیں اکٹھی ہوں گی۔ سب اُمتوں کی گواہی ہم دیں گے۔ ہماری گواہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ گویا تم حسنات میں سبقت لے جاؤ۔ تاکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ جب وہ گواہی دے رہے ہوں تو کہیں ان کو یہ کہنا پڑے، کہ ہاں اے رب یہ میری اُمت میں ضرور تھا لیکن نیکیوں میں پیچھے تھا۔ انہیں یہ سرخروئی ہو کہ ان کے اُمتی حسنات میں، اعمالِ صالح میں سبقت لے جائیں۔ اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

یہ دوسری آیت جو ۱۴۹ ویں تھی۔ فرمایا تم جہاں کہیں بھی

Marfat.com

ہو جس جگہ بھی ہو مسجد حرام کی طرف چہرہ کرو اس لئے کہ تم کو اٹھایا بھی اسی طرح جائے گا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے، ایک ہی طرف نہیں اکھٹا کیا جائے گا میرے رُوبرو۔

تو اس سے کچھ اصول بنے، کہ اہلِ کتاب کی تو سمت مقرر ہے لیکن مُشرک و کافر کی نہ سمت ہے نہ قبلہ۔ اور اہلِ ایمان کا قبلہ مقرر ہے سمت نہیں۔

جو آخری آیت ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ کفار کے اعتراضات کی پروا نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو، تاکہ تم پر اس کی نعمتیں پُوری کر دی جائیں۔ پہلے مکان کے لحاظ سے اعلان کیا گیا تھا کہ جہاں کہیں بھی ہو مسجدِ حرام کی طرف اپنا رُخ کرو۔ اب اللہ تعالیٰ نے زمان کی طرف سے بھی اعلان کر دیا کہ جس وقت بھی ہو جہاں کہیں بھی ہو تم اس کی طرف اپنا چہرہ کرو۔ حکم تھا حضر میں تو مسجد حرام میں ہو تو بیت اللہ شریف کی طرف چہرہ کرو۔ اب سفر کا بھی حکم ہو گیا کہ جہاں کہیں بھی ہو مسجد حرام کی طرف چہرہ کرو۔ تو پہلے حضر میں اب سفر میں بھی وہی قبلہ ہو گیا۔ اور ہر جگہ قبلہ رُخ مُنہ کر کے نماز پڑھنا ہے۔

چار صورتوں میں غیر قبلہ کی طرف نماز ادا ہو جاتی ہے پہلی

Marfat.com

صُورت یہ کہ آپ جنگل میں ہوں یا اندھیرے میں ہوں جہاں آپ کو قبلہ کی سمت کا تعین نہ ہو سکے تو نیت کر کے کہ آپ قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوئے ہیں، جس سمت میں بھی کھڑے ہو جائیں آپ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ قلبی طور پر اپنے کو آپ نے قبلہ کی طرف مُنہ کر لیا ہے۔ اگرچہ چہرے کو سمت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے قبلہ کی طرف نہیں کر سکے۔

دوسرا یہ کہ مسافر جب سواری پر چڑھے تو اپنے چہرے کو ایک دفعہ قبلہ کی طرف کر لے۔ اس کے بعد وہ سواری پر بیٹھے ہوئے چاہے سواری جس طرف بھی لے جائے۔ جیسے جہاز میں سفر کرتے ہیں آپ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ چاہے مشرق کی طرف جا رہا ہو یا مغرب کی طرف جا رہا ہو۔

ایک صورت یہ ہے کہ حالتِ جنگ میں جہاں دشمن کے حملے کا خطرہ ہو کہ قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے تو دشمن مار ڈالے گا۔ اس صورت میں دل اپنا قبلہ کی طرف کر لیں تو نماز حالتِ جنگ میں بھی ہو جائے گی اگرچہ آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف نہ ہو۔

اسی طرح جنگ میں جب آپ (Retreat) کر رہے

Marfat.com

یا پسپا ہو رہے ہوں۔ (اللہ تعالیٰ ایسا موقع نہ لائے) لیکن اکثر جنگ میں ایسا ہو سکتا ہے۔ تو جنگ میں اگر آپ رُکیں یا آپ کا چہرہ بدلے تو اسلامی لشکر کو نقصان ہوگا۔ تو اس حالت میں بھی آپ دل سے قبلہ مان کر کے جس طرف بھی نماز پڑھ لیں تو بھی نماز ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی طرف متوجہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب و رُوح کا قبلہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ذاتِ پُر انوار کی طرف کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی میں سبقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم اور نعمتیں ہم پر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مُرشد کی برکت سے ہمیں قیامت کے دن کامیاب و کامران فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالح کے معاملے میں یعنی فاستبقوا الخیرات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سُرخرو کرے۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ

رب العالمین ٥

Marfat.com

پارہ الۤمۤ، سورہ بقرہ
آیت نمبر ۶۰ تا ۶۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ
قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝
وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ
فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ
بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ
اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ
مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا
عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
الَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا
مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ
اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی
مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً
اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے ہر گروہ نے اپنا

Marfat.com

گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خُدا کا دیا اور زمین
میں فساد اٹھاتے نہ پھرو۔ اور جب تم نے کہا اے
موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو
آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی
چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور
گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے
بدلے مانگتے ہو۔ اچھا مصر یا کسی شہر میں اُترو وہاں
تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر مقرر کر دی
گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے
یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے،
اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے، یہ بدلہ تھا ان کی
نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا بے شک ایمان
والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں
میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر
ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے
رب کے پاس ہے۔ اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور
نہ کچھ غم اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور
کو اُونچا کیا لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے۔

Marfat.com

اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے۔ اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں کے جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔

عزیزانِ محترم! میں نے ۶۰ ویں سے لے کر ۶۴ ویں آیت کی تلاوت کی ہے۔ ذکر تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا کہ عصا مارا انہوں نے تو بارہ چشمے نکلے۔ اور اس وقت بنی اسرائیل سے کہا کہ کھاؤ اور پیو لیکن دنیا میں فساد نہ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آٹھویں نعمت تھی جس کی اللہ تعالیٰ نے یاد دہانی کرائی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے نویں اور دسویں نعمت کا ذکر ان آیات میں کیا ہے۔ جب ان نعمتوں کی ناشکری انہوں نے کی تو سزا ملی۔ لیکن اس دوران اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ ایمان پر قائم رہے اور یہاں تک کہ انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو پا لیا اور پھر ان پر ایمان لائے تو وہ لوگ صاحبِ مقام اور صاحبِ خیر اور صاحبِ فضل و کمال ہیں۔ اور بقیہ لوگ صریحاً

Marfat.com

گھاٹے میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلاتا ہے کہ اذ قلتم یاموسیٰ لن نصبر علیٰ طعام واحد۔ یاد کرو، جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم سے صبر نہیں ہو سکتا کہ ہم صرف ایک ہی کھانا صبح و شام کھا لیں۔ یہ لوگ اپنی غلامی اور دنیاوی لذات کے عادی تھے۔ جو کچھ مصر میں، فرعون کی قبطیوں کی غلامی میں زندگی گزر رہی تھی، وہاں تو روحانیت زیرو تھی لیکن دنیا کے سامان تھے۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت جو آسمان سے اُترتی تھی، جو اعلیٰ اور افضل تھی اس کو فراموش کر کے انہوں نے دنیا کی لذتوں کی تمنا کی۔

تمنا کرتے ہوئے بھی انتہائی بے ادبی اور گستاخی کے لہجے میں کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طرح سے کہا: "اے موسیٰ!" آپ دیکھیں کہ نبیوں سے اور نبیوں کے ورثاء سے مخاطب ہونے کے آداب ہیں۔ وہ آداب اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کو عطا فرمائے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کبھی یا ابّ کہہ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پکارا۔ حضرت مولائے کائنات مولا علی رضی اللہ عنہ نے کبھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یا اخی کہہ کر نہیں پکارا۔ اور امہات المومنین نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

Marfat.com

کو یازوج کہہ کر نہیں بُلایا۔ ہر ایک نے، چاہے وہ اللہ کا فرشتہ جبرائیل امین ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد کہہ کر نہیں بُلایا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو القاب وآداب کے ساتھ یایہا النبی۔ یایہا المزمل۔ یایہا المدثر طٰہٰ۔ یاسین .... سے

وہ نہ ہوتے تو کچھ نہیں ہوتا
جذبۂ دل کو کم بے کلی ہوتی
کس کو کہاں ہوتا یاسین
پھر کہاں ایسی عاشقی ہوتی

تو اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ نبیوں کا احترام سیکھیں اور نبیوں کے ورثاء کا احترام سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے نبی کے ساتھ درخواست بھی کرنی ہے تو وہ بھی ادب کے ساتھ۔ اور تم نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں چاہیئے، ہم اس نعمت پر صبر نہیں کرسکتے۔ اور کہا ہم سے ایک ہی کھانا صبح وشام نہیں کھایا جاتا ہمارے لئے آپ دُعا کردیں۔

اس سے ایک اور بھی اصول معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ہر چھوٹی بڑی چیز مانگنی چاہیئں۔ کوئی چیز اتنی چھوٹی نہیں جو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ سے نہ مانگی جائے۔

ایک فقیر نے سکندرِ اعظم سے ایک پیسہ مانگا۔ سکندر نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی، اس شخص سے جس نے ساری دنیا کو فتح کیا ہے اُس سے تم ایک پیسہ مانگتے ہو۔ اس نے کہا اچھا۔ اے سکندرِ اعظم ایک ملک اور حکومت کا سوال ہے، تیرے پاس حکومتیں ہیں۔ اس پر سکندر نے کہا تو نے اپنی اوقات کو نہیں جانا اب تو حکومت مانگ رہا ہے۔ تو اس نے کہا جا مجھے تجھ سے کچھ نہیں چاہیئے۔ یہ تو صرف میرا رب ہی ہے جس سے ہم ایک پیسہ بھی مانگ سکتے ہیں۔ اور ایک حکومت بھی مانگ سکتے ہیں۔ اور وہ ہمیں کبھی ڈانٹتا پھٹکارتا نہیں ہے کہ تم میری حیثیت سے کم مانگ رہے ہو یا زیادہ مانگ رہے ہو۔ وہ چھوٹی بڑی ہر چیز بانٹتا ہے۔

میں اپنا ایک ذاتی واقعہ آپ کو سُنا رہا ہوں۔ ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۸ء کی بات ہے میں اسلامی ڈیویلپمنٹ بنک کی کسی میٹنگ میں شرکت کرنے سعودی عرب گیا تھا۔ وہاں میں شیخ رؤف کے ہاں ٹھہرا تھا۔ وہ اس زمانے میں میرے ڈائریکٹر تھے۔ تو شارع فلسطین جو مدینہ منورہ سے سڑک آتی ہے، وہ اس محلے سے گزرتی تھی۔ عام طور سے ٹیکسیوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے اپنے موقف

Marfat.com

جاتے ہیں اور وہاں سے آپ دوسری ٹیکسی لے کر اپنے گھر جائیں۔
تو جب وہ شارعِ فلسطین کے برج کے پاس پہنچی جہاں سے
گلی میں سامنے ہی ان کا مکان نظر آرہا تھا۔ تو میں نے دل میں
خیال کیا کہ یا اللہ! یہ گاڑی اگر یہاں کھڑی ہو جائے تو مجھے تو بڑی
آسانی ہو جائے گی، میرا ایک گھنٹہ بچے گا اور پیسہ بچے گا لیکن
پھر مجھے خیال آیا، تم عمرہ کرنے آئے ہو اور اتنی چھوٹی چیز اللہ
تعالیٰ سے مانگ رہے ہو۔ پھر میں نے توبہ کی کہ یا اللہ! مالک
تو میرا ایک ہی ہے، رب ایک ہی ہے۔ چھوٹی چیز بھی آپ
ہی سے مانگنی ہے اور بڑی چیز بھی آپ ہی سے مانگنی ہے۔
میں توبہ کرتا ہوں اور میں اس درخواست پر شرمندہ نہیں ہوں۔
ابھی میرے دل میں یہ سوال و جواب ہو ہی رہے تھے، کہ
اس نے ٹیکسی کنارے کھڑی کر دی۔ ٹھیک اسی گلی کے سامنے،
جس گلی میں وہ گھر تھا۔ مین ہائی وے پر۔ اور اس نے گاڑی کا
بونٹ کھولا، انجن کسی وجہ سے گرم ہو گیا تھا۔ اس نے اس کو
ٹک ٹک کیا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کچھ
نہیں بس اب ٹھیک ہو گئی ہے۔ میں نے کہا ذرا میرا سامان
نکال دو، اس نے سامان نکالا اور میں وہاں پہنچ گیا۔
کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں انہوں نے جو چیزیں

Marfat.com

مانگیں وہ بہت ہی عام تھیں لیکن اس کے لئے بھی انہوں نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ فادع لنا ہمارے لئے آپ دُعا کریں۔

اس سے ایک اصول تو یہ وضع ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں کوئی شرم نہیں۔ نہ چھوٹی چیز نہ بڑی چیز کیونکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ دوسرا اصول یہ معلوم ہوا کہ دعا مستجاب ہوتی ہے، نبی کی اور نبی کے ورثاء کی۔ اس لئے براہِ راست دعا مانگنے سے بہتر ہے کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کے وسیلے سے دُعا مانگنی چاہیئے۔ تو وہ زیادہ مستجاب ہوتی ہے۔ انہوں نے بلا وجہ خود ہی نہیں کہا کہ اذقلتم ..... فادع لنا۔ ہمارے لئے آپ دُعا کریں یخرج لنا مما تنبت الارض۔ ہمارے لئے وہ نکال دے، پیدا کردے کیوں کہ زمین سے اُگاتا ہے، نکالتا ہے۔ من بقلها ساگ ہمیں دے وقثائها۔ اور ککڑی ہمیں دے۔ وفومها اور گیہوں دے وعدسها اور مسور کی دال ہمیں دے وبصلها اور ہمیں پیاز دے۔

یہ ساری چیزیں جو وہ مصر میں کھایا کرتے تھے، اس کے عادی تھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔ قال اتستبدلون .... خیر۔ کیا تم بدلنا چاہتے ہو ایک ادنیٰ

Marfat.com

چیز کو ایک اعلیٰ چیز یعنی من وسلویٰ سے، رب کی طرف سے ایک روحانی غذا ہے، ایک باطنی غذا ہے۔ اس سے تمہارے جسم کی بھی پرورش ہو رہی ہے اور تمہاری رُوح کی بھی پرورش ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آیا ہوا کھانا نعمت ہے، اور تم دنیاوی چیزوں سے اسے بدلنا چاہتے ہو۔

اس سے ایک اصول یہ بھی مرتب ہوا کہ اولیاء اور انبیاء کا فرض یہ ہے کہ اگر کوئی دُعا کرے اور یہ کہے کہ آپ اس کی تعظیم کریں کہ یہ دعا تمہارے لئے مناسب ہے اور یہ دعا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ وہ دعا اللہ تعالیٰ سے نہ مانگو جو مناسب نہیں ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا تعلیم دی؟ قال اتستبدلون۔ تم تبدیل کرنا چاہتے ہو۔ الذی ھو ادنیٰ۔ اس چیز کو جو کہ ادنیٰ ہے۔ بالذی ھو اخیر۔ اس چیز سے جو بہتر ہے۔ اور جب بنی اسرائیل کے لوگ نہیں مانے تو کیا کہا؟ اس وقت تو وہ میدان میں تھے اور بادلوں کے خیمے تھے۔ چشموں کے پانی تھے اور من وسلویٰ تھا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تمہیں روحانی غذا نہیں چاہیئے، تمہیں دنیاوی آلائشوں والی غذا چاہیئے۔ تو پھر تمہیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ اھبطوا مصرا .... سالتم

تم نکل جاؤ۔ یہاں سے کسی شہر میں، آبادی میں جاؤ۔ مصر کہتے ہیں شہر کو آبادی کو۔ تو وہ آبادی وہ شہر جس میں فرعون ہوتے تھے اس کا نام ہی مصر پڑ گیا۔ جیسے مدینہ کا مطلب شہر ہے، لیکن المدینہ کا مطلب ہے مدینہ منورہ۔ اسی طرح سے مصر کا مطلب ہے شہر، آبادی۔ اور المصر جو ہے وہ خاص ملک ہے جہاں فرعون ہوتے تھے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو انبیاء اور اولیاء ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ سوال کرنے والوں کا جواب دیں یا انہیں اس کا کوئی متبادل حکم دے دیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہیں یہ چیزیں اُگا دیں۔ انہوں نے کہا انہیں موسیٰ علیہ السلام نے انہیں متبادل حکم دیا۔ اھبطوا مصرا... سالتم۔ تم ایک آبادی میں چلے جاؤ۔

وہ ملک شام تھا جہاں انہوں نے کہا تھا سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہاں تمہیں سب کچھ ملے گا۔ لیکن اس نافرمانی کی سزا انہیں ملی۔ جب روحانی غذا ختم ہو گئی، دنیاوی غذا انہوں نے کھانی شروع کی تو دنیاوی آلائشیں شروع ہو گئیں۔ اعمال میں خرابی ہو گئی اعتقاد میں خرابی ہو گئی وضربت علیھم الذلۃ اور ان پر ماری ذلت کی مار۔ ضربت، ضرب سے ہے، اس کا مطلب ٹیکس بھی ہے۔

Marfat.com

اس کا مطلب دُرّہ بھی ہے اور مارنا بھی اور توڑنا بھی ہے۔ و مسکنا اور مسکینی اور غربت۔ یعنی ان کو مسکینی اور غربت کی مار ماری گئی۔ وباء و بغضب من اللہ اور انہوں نے کمایا اللہ کا غضب۔ کیوں کمایا؟ اس لئے کہ جب رُوحانی غذا سے انہوں نے ناطہ توڑ لیا، جب انہوں نے اپنے نبی کی نافرمانی کی جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو پھر گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے گمراہ لوگوں جیسے کام کرنے شروع کر دیئے۔ پہلی بات کیا کی؛ کانوا یکفرون بایت اللہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ صبر کی پابندیاں ہم سے نہیں ہو سکیں گی، ان کے لئے کافی سختیاں تھیں۔

اور پھر یقتلون النبی اپنے نبیوں کو وہ ناحق قتل کرتے تھے۔ اس کے برعکس جو نبی ان کے کہنے کے مطابق عمل نہیں کرتا تھا اس کو وہ قتل کر دیتے تھے۔ وہ جو شام کا حاکم تھا وہ اپنی سوتیلی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے منع کیا کہ یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ فتویٰ دے دیں کہ میرے لئے جائز ہے، جب انہوں نے فتویٰ دینے سے انکار کیا تو اس نے انہیں قتل کرا دیا۔ تو وہ اپنے نبیوں کی اطاعت کرنے کی بجائے اپنے نبیوں کو مجبور کرتے

Marfat.com

تھے کہ وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس کی سند عطا کردیں کہ وہ صحیح ہو۔ اگر اس زیادتی اور ظلم پر وہ راضی نہیں ہوتے تھے تو ان کو قتل کر دیتے تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسکینیت اور غربت اور ذلت کی سزا دی۔

اب اس میں جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ اس آیت کے کیا فائدے ہیں اور کون کون سے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہ حرص و ہوا انسان سے اپنے رب کی ناشکری کراتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا اور وہ ناشکری کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے نفس کو حرص و ہوا سے پاک رکھنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے رب سے مانگنی چاہیئے۔ اس لئے رب ہی وہ ہستی ہے کہ وہ ایک پیسے کے سوال کا بھی جواب دیتا ہے اور ایک اُمت کا بھی جواب دیتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب کوئی دُعا کے لئے کہے تو اس کو نیک مشورہ دیں کہ کس طرح کی دعا اسے مانگنی چاہیئے، کس طرح کی تمنا اور خواہش رکھنی چاہیئے جو جائز ہو۔ اور چوتھی بات یہ کہ ادنیٰ اور اعلیٰ چیز ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ دونوں کام ایک ساتھ نہیں کر سکتے۔

وہ شام کے میدان میں رہیں، من وسلویٰ بھی اُترتا ہے اور

ساتھ ساتھ پیاز بھی کھائیں، ساگ بھی کھائیں اور دالیں گیہوں بھی کھائیں اور لکڑی بھی کھائیں یہ دونوں کام نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ من وسلویٰ سے انہیں ہاتھ دھونا پڑا۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ دنیا کا طالب رب کا طالب نہیں ہو سکتا۔ طلبِ دنیا اور طلبِ آخرت دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ایسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے آپ کی ضرورت کے مطابق، آپ کے ظرف کے مطابق جتنی دنیا آپ کی قسمت میں لکھ دی ہے وہ پہنچ کے رہے گی۔ اس کے لئے آپ جائز کوشش کریں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ دے اس پر صبر اور شکر ادا کریں لیکن طلبِ دنیا میں نہیں آنا چاہیئے۔ دنیا میں رہیں دُنیا کے ہو کر نہ رہیں۔ طلبِ دنیا اور طلبِ حق یہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ یہ آگ اور پانی کا ساتھ ہے۔

پانچویں بات یہ کہ دل کی ہر بات نہیں ماننی چاہیئے۔ دل اگر کہتا ہے کہ من وسلویٰ نہیں کھائیں، دودھ اور شہد نہ کھائیں اور سڑا ہوا شربت پئیں۔ (شراب کیا ہے؟ سڑا ہوا شربت ہی تو ہے۔ جس میں تھوڑا سا نشہ ہے۔) تو نفس اور دل کی بات قبول نہ کرے۔

چھٹا اصول یہ ملائکہ انبیاء اور اولیاء آپ سے اگر راضی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے سب کچھ مانگ سکتے ہیں حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام چونکہ اپنی قوم بنی اسرائیل سے راضی تھے۔ کیونکہ انہوں نے توبہ بھی کرلی تھی اور ستر ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا تھا، تو ان سے چونکہ وہ راضی ہو گئے، اس لئے ان کی وہ درخواست مان لی اور ان کے لئے دُعا بھی کر دی۔

یہ جو انبیاء کو مارتے ہیں اس کی مثال ہمارے پاس ہے کہ یہودیوں نے چند روپوں کے لالچ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا، یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا۔ تو یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ لوگ جب نفس کی بات مانتے ہیں تو گناہ میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پہلے ہم حرص و ہوا کی بات مانتے ہیں۔ پھر اپنے گائیڈ کی۔ اپنے نبی کی اپنے مرشد کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کو قتل کرنا شروع کر دیتے ہیں، تو ایک کے بعد دوسرا گناہ کرتے جائیں گے۔ اگر نفس کو آپ نے ڈھیل دی تو وہ آپ سے ایک کے بعد دوسرا سنگین جرم سرزد کراتا رہے گا۔ یہاں تک کہ آپ بالکل برباد ہو کر اس کے غلام ہو جائیں گے اور جہنم کے حق دار ہو جائیں گے۔ شیطان کو تو

Marfat.com

جانا ہی ہے جہنم میں۔ تو جب تک کہ وہ نفس کو ورغلا کر آپ کو جہنمی نہ بنا دے اس وقت وہ آپ کی جان نہیں چھوڑتا اس لئے بہتر ہے کہ پہلے ہی کہہ دیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ اور رجوع الی اللہ کریں۔ اور ان لوگوں کے دامن سے وابستہ ہو جائیں جن کی ہدایت اور رشد سے رب مل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذلک بما عصوا کانوا یعتدون ہ اس لئے کہ وہ حکم عدولی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے (عمل سے استعمال ہے تو اس سے کچھ اور نتائج بھی ظاہر ہوتے ہیں) ان آیات سے، انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی اختیارات عطا فرمائے۔ جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ تم یہاں سے وہاں نکل جاؤ۔ انہوں نے دعا نہ کی اور کہا فلاں جگہ چلے جاؤ جگہ مل جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ غذا کا انحصار کھانے والے پر ہوتا ہے۔ غلط غذا کھائیں گے تو صحت خراب ہو گی اور خون خراب ہوگا تیسری بات یہ ہے کہ من وسلویٰ تو عطا سے ملتا تھا، روز نازل ہوتا تھا یعنی باطنی نعمت ہمیشہ سے ملتی ہے اور دنیاوی نعمت کے لئے ہل چلاؤ وغیرہ۔ اس کے لئے جانا پڑتا ہے کسی آبادی میں کھیت میں۔

Marfat.com

اب یہ اپنی اپنی ہمت و توفیق کی بات ہے کہ کوئی اسے اپنی کم ہمتی سے حرام طریقے سے یا اپنی اعلیٰ ہمتی سے اسے حلال طریقے سے حاصل کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کو شکر کے ساتھ وصول کریں یا ناشکری کے ساتھ وصول کریں۔ اسی ماحول میں کچھ لوگ ہوں گے جو اللہ کا شکر ادا کر رہے ہوں گے اور کچھ لوگ ہوں گے جو کہہ رہے ہوں گے یہ کس مشکل میں پھنس گئے۔ اس کا وقت تو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہوا ہے کہ اتنی دیر تک آپ یہاں رہیں گے۔ چاہے اتنی دیر میں رجوع الی اللہ کر لیں یا دنیا کے بازار میں گھوم لیں۔ اصل میں گناہ کی عادت بدعقیدگی سے ہوتی ہے۔ عقیدہ کمزور ہو جائے تو بندہ سوچتا ہے جو نبی کر رہے ہیں یا مرشد کر رہے ہیں، یا جو اللہ کے ولی کر رہے ہیں وہ صحیح نہیں ہے، بس وہاں سے تنزلی شروع ہو جاتی ہے۔

عقیدہ مضبوط ہے تو اوپر لے جاتا ہے، کیونکہ عقیدہ نور ہے۔ نور ہمیشہ اوپر کی طرف جاتا ہے، نیچے سے اوپر کی طرف۔ اوپر سے نیچے کی طرف نہیں۔ تو بدعقیدگی کی عادت سے گناہ کی عادت پڑتی ہے۔ جو شخص مستحب کو، یعنی جو چیز آپ کے لئے بہتر بنائی گئی ہے، بتائی گئی ہے، اس کو ہلکا جانے کہ کیا فرق پڑتا ہے، کرے یا نہ کرے۔ تو وہ سنّت سے محروم ہو جائے گا۔ اور جو

Marfat.com

سُنّت میں سُستی کرے گا وہ فرض سے محروم ہوگا اور جو نفلیں نہیں پڑھتے اُن سے سُنّتیں چھوٹ جاتی ہیں اور جن سے سُنّتیں چھوٹ جاتی ہیں ان سے فرض نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ اور جو فرائض سے محروم ہو گیا تو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول سے اس کا واسطہ ختم ہو گیا۔ اور وہ معرفت سے محروم ہو گیا۔ جو معرفت سے محروم ہو گیا اور فرائض سے لاپرواہ ہو گیا، وہ عقیدہ اور عقیدت سے محروم ہو گیا۔ اور جو معرفت اور عقیدت سے محروم ہو گیا، وہ حقیقت سے محروم ہو گیا۔ تو خالی دامن آئے اور خالی دامن چلے گئے، جب وہاں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ: وانزل نفس ما قدمت نقذ ۔ اس کا جواب ہمارے پاس ہوگا؟ زیرو۔

مستحب کو ضروری سمجھیں، نفلیں بھی ضروری ہیں، نفلوں کی عادت پڑے گی تو سُنّت کبھی قضا نہیں ہوگی۔ سُنّت کی عادت پڑے گی تو فرض کبھی قضا نہیں ہوگا۔ فرض کی عادت پڑے گی تو عقیدہ کبھی خراب نہیں ہوگا۔ عقیدہ کبھی خراب نہیں ہوگا تو معرفت کی نعمت ملتی رہے گی، معرفت ملے گی تو عقیدت رہے گی۔ اور معرفت ملے گی تو حقیقت ملے گی، حقیقت ملی تو سمجھ لو کہ سب کچھ ملا، دامن بھرا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہیں گے

کہ یاایتھا النفس..... جنّتی

جب نفلیں بھی پوری ہوں، سُنّت بھی پُوری ہو، فرض بھی پورا ہو، عقیدت بھی ہو، معرفت بھی ہو، حقیقت بھی ہو، اس حالت میں جب جائیں گے یعنی اچھی تیاری کر کے جائیں گے تو فرشتے کہیں گے کہ: اے قلبِ مطمئنہ والے مبارک شخص! آجا اپنے رب کی طرف ارجعی الیٰ ربکم راضیۃ مرضیۃ۔ تجھ سے وہ راضی تُو اس سے راضی۔ فادخلی فی عبادی عباد الرحمٰن میں شامل ہو جا۔ وادخلی جنتی۔ میری جنت میں آجا۔ اور اگر اطاعت اور عقیدت سے محروم رہے تو کیا ہو گا کہ آخرت میں بھی وہی عزبت، وہی ذلت۔

ایک اصول اور بھی اخذ ہوا کہ اللہ والوں کی مخالفت رب کی مخالفت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی، تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے ناراض ہو گیا، چھوڑ دیا ان کو برباد ہونے کے لئے اور وہ رب کی رحمت سے محروم ہو گئے۔ عزبت اور ذلّت ان کے لئے لکھی گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حسب ونسب کام آتا ہے جب تک کہ ایمان ساتھ ہو۔ ہمارے دین میں "پدرم سلطان بود" والا معاملہ نہیں کہ میں نوح کا بیٹا ہوں، میں فلاں ہو گیا، فلاں کا

بیٹا، یا میں آلِ ابراہیم، آلِ یعقوب اور بنی اسرائیل ہوں۔ جب تک ایمان اور عمل ساتھ ہے اس وقت تک تو بنی اسرائیل کو اس نسب کے تمام فائدے ہیں۔ جب ایمان نہیں تو اس نسب کے تمام فوائد سے محروم ہو گئے۔ جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا محروم ہو گیا، برباد اور غرقاب ہو گیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل بھی ویسے ہی برباد ہو گئے، ایمان سے محرومی کے بعد۔

اب اللہ تعالیٰ ایمان کا ذکر کرتا ہے کہ ایمان کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کس لئے کہہ رہا ہے؟ اپنے محبوب کی دلجوئی کے لئے۔ اپنی مخلوق کو اپنے محبوب کے قدموں میں ڈالنے کے لئے: اے بنی اسرائیل! تم پر اتنی مہربانیاں کیں لیکن جب تم نے پیغمبر اور نبی کی نافرمانی کی، ان کے ساتھ دنیاوی فائدے کے لئے زیادتی اور ظلم کرنا شروع کیا۔ کبھی روپے کے لالچ میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھائی اور کبھی عورت اور شہرت کے لالچ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل کیا، تو تم محروم ہو گئے تم نے تو دعائیں کی تھیں، اس لئے کہ تمہارے باپ دادا کی یعنی دعائے خلیل یہ تھی کہ یا اللہ! میری اولاد میں ایک ایسا نبی پیدا کر جو لوگوں کو ڈرائے اور بشارت دے۔

میں نے اپنا پیارا نبی دنیا میں بھیج دیا۔ اب تم دنیاوی

Marfat.com

لالچ اور روپے کے لالچ میں اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ جھوٹی دولت اور شہرت کے لالچ میں۔ تم نے اپنا پُرانا حشر دیکھ لیا۔ اس کے باوجود وہی کرتے ہو اور جیسا کہ بنی اسرائیل کا، تمہارے باپ دادا کا حشر ہوا ہے، اگر تم بھی میرے نبی کی نافرمانی کرو گے تو تمہارا بھی حشر وہی ہوگا۔

لیکن ہاں ایک بچت کی صورت ہے۔ ان الذین اٰمنوا۔ وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے، جنہوں نے میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مُبارک پر بیعت کر لی، کلمہ پڑھ لیا۔ اور وہ لوگ جو کہ یہودی تھے اور عیسائی تھے اور ستاروں کی پرستش کرنے والے تھے اور من اٰمن باللہ۔ اور ان سب میں سے جو اللہ پر ایمان لائے، والیوم الاخر اور قیامت پر ایمان رکھا۔ وعمل صالحا ولھم اجرھم عند ربھم ولاھم یحزنون۔ ان پر کوئی بوجھ ہے اور نہ کوئی خوف ہے۔ یعنی اس میں دو کیٹگریز کر دیں۔ ایک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ جس نے دیکھا اور جو ایمان لایا۔ ان الذین اٰمنوا۔ اور دوسرے وہ جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں دیکھا۔ لیکن وہ یہود اور نصاریٰ، اور جو صابئین تھے۔

Marfat.com

جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار تھے یا ان کے تبع و تابعین تھے۔ اور جو عیسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے ایمان پر قائم رہے۔ تو چاہے وہ بنی اسرائیل ہوں، چاہے نصاریٰ ہوں، چاہے یہود ہوں یا صائبین ہوں، ان سے کوئی محاسبہ نہیں ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو لوگ مجھ سے پہلے یا جن تک میری خبر نہیں پہنچی، لیکن توحید پر قائم رہے، ایمان پر قائم رہے، یوم آخرت پر قائم رہے اور عمل صالح کیا ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی، ان پر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا، لیکن جن تک میری نبوت کی خبر پہنچ گئی یا جنہوں نے مجھے دیکھا وہ اگر ایمان نہ لائے تو پھر وہ کافر ہیں اور عذاب کے مستحق ہیں۔ وہ جہنم میں جائیں گے، اللہ تعالیٰ کفرانِ نعمت برداشت نہیں کرتا۔

یہ وہی بنی اسرائیلی ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی سُنّت پر عمل کر کے ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! آلِ ابراہیم میں ہمیں پیغمبرِ آخر الزماں عطا فرما، جس کے لئے تو نے توریت اور انجیل میں وعدہ فرمایا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ آلِ ابراہیم یا آلِ یعقوب ایسے لوگ ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ انبیاء پیدا ہوتے ہیں۔ جب وہ آلِ یعقوب کی بجائے آل اسماعیل میں نبی آخر الزماں پیدا ہوئے، تو یہ لوگ سب باغی ہو گئے۔ اپنی دعاؤں سے سب

مُنکر ہو گئے، اپنی توریت اور انجیل سے مُنکر ہو گئے اور ان آیات کو چھپانا شروع کر دیا۔ جن میں نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل اور ان کی سیرتِ مبارکہ کا ذکر تھا اور ان کی پہچان دی ہوئی تھی۔

آیت نمبر ۶۲ میں ہے۔ ان الذین .... یحزنون ۝ یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اور ان کے آباء واجداد جو ایمان پر تھے ان کی شان میں ہے، اس کی شانِ نزول یہی ہے کہ اس کے نزول کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمان! یہ تمہارے لئے آیتِ مبارکہ اُتری ہے۔ تم جو مجھ پر ایمان لائے ہو اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور اپنے ایمان پر قائم رہے۔ اور ایمانِ باللہ پر قائم رہے، ایمان بالآخرت پر قائم رہے وہ راہِ نجات پر رہے۔ اور تم راہِ نجات پر رہے، تم نے مجھے دیکھا، پایا اور جو تمہارے دین میں پیشن گوئی تھی، جو انصارین نے تبع تابعین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تعلیم دی تھی اس پر تم نے عمل کیا اور مجھ پر ایمان لائے — تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔ ان الذین..... یحزنون ۝

آج پاکستان بننے کے بعد اگر ہم ۱۹۴۵ء کا ملکہ وکٹوریہ والا سکّہ چلائیں تو اس کے بدلے ہمیں کچھ نہیں ملے گا وہ کوائن کلیکٹر

Marfat.com

(یعنی پرانے سکے جمع کرنے والے) کو تو ہم بیچ سکتے ہیں لیکن وہ پاکستان کا سکّہ رائج الوقت نہیں ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دیکھو! جب تک میرے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں تشریف نہیں لائے اور مبعوث نہیں ہوئے تھے اور نبیٔ آخر الزماں نہیں بنائے گئے تھے، اس وقت سکّہ رائج الوقت یہود و نصاریٰ وصائبین کا تھا۔ اب تو سکّہ چلے گا صرف ایک یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اب سکّہ رائج الوقت صرف اسلام ہے۔ یہی سکّہ چلے گا آخرت میں بھی اور اس کے علاوہ کوئی سکّہ نہیں چلے گا۔

جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعین اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی تھے۔ حضرت سلمان فارسی، ابنِ کعب رضی اللہ عنہم اور دوسرے نصاریٰ کے علماء جو مسلمان ہو گئے تھے، ایمان لائے تھے یہ ان کی شان میں ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے انصارین تابعین اور تبع تابعین کے مجاہدے، عبادات اور زُہد کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ ہر نبی کو ایک وراثت ملی تو عیسیٰ علیہ السلام کو زُہد ملا۔ چنانچہ انصارین

Marfat.com

اور تابعین میں مجاہدہ اور زُہد بہت تھا۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے نصاریٰ اولیاء اللہ کا اور ان کے مجاہدے کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر ایمان کے عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ تو جو عابد اور زاہد نصاریٰ قبل از بعثت بطورِ عیسائی کے مرے تو وہ خیر پر رہے۔ لیکن ہماری بعثت کی خبر ملنے کے بعد بھی مجھ پر ایمان نہیں لائے تو وہ ہلاک ہو گئے۔ اے سلمانؓ! یہ آیت تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔ مُہرِ نبوت کے بغیر ایمان سکّہ رائج الوقت نہیں لگتا مُہرِ نبوت کے بغیر ایمان سکّہ رائجُ الوقت نہیں بنتا۔

اس ۶۲ ویں آیتِ مُبارکہ کے کچھ فائدے ہیں اور کچھ اصول ہیں۔ تفسیر کی لُغت میں فائدہ کہتے ہیں اُن اصولوں کو جو آیتوں سے بنتے ہیں۔ پہلا اصول تو یہ ہوا کہ بغیر ایمان کے عمل مسترد ہے۔ یہود و نصاریٰ کے ان عالموں، ولیوں اور مجاہدین اور زاہدین مجتہدین کے عمل بے کار ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں ان پر ایمان نہیں لائے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایمان کے ایک جُز پر ایمان نہ لائے اور بقیہ سارے جُزوں پر ایمان لائے۔ تو ایمان تو مکمل ہو گیا بلکہ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ایمانیات کے

Marfat.com

تمام اجزاء پر مکمل ایمان۔

اگر اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ 'امنت باللہ وملٰئکتہ...

... بعد الموت۔ لیکن اگر "رسلہ" پر ایمان نہ لائے، تو اللہ ملائکہ، آخرت وغیرہ سب پر ایمان لانے کے باوجود، ایمان مکمل نہ ہوا، یعنی وہ صاحب ایمان نہیں کہلائے گا۔ گویا سارے ایمانیات پر ایمان ضروری ہے۔ اور عمل کو تمام ایمانیات کے اجزاء کے تابع کرنا ہوگا۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی دیکھ نہیں رہا ہے چپکے سے میں نے ان کی جیب سے نکال لیا کون دیکھ رہا ہے۔ ایمان کے جز میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔ رب دیکھ رہا ہے تو رب کی نافرمانی نہ کریں۔ رب کے سامنے یہ بڑی گستاخی ہے کہ رب دیکھ رہا ہے اور اس کے سامنے اس کی نافرمانی کریں۔ ہم لوگ کیا کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ انسان نہیں دیکھ رہا ہے، تو رب بھی نہیں دیکھ رہا ہے۔

تیسرا اصول یہ بنا کہ ایمان نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ۔ ایمان اپنی تمام تر اجتماعیت کے ساتھ ایمان ہے، تمام تر اجزاء کے ساتھ ایمان ہے۔ نہ ایمان نیا ہو سکتا ہے نہ پرانا ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم تو بنی اسرائیل ہیں، ہم تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ ایمان تو سکہ رائج الوقت ہے۔ جس کی نبوّت ہے، اس پر ایمان لانا ہے۔ جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے وہ اس وقت کے کافر ہیں اور جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے وہ اس وقت کے کافر ہیں۔ اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد ایمان نہ لائے وہ آج اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کافر ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ "پدرم سلطان بود ہمارے دین میں مسترد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کسی کو عناد نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ یہود و نصاریٰ نے زیادتیاں کیں، اور نافرمانیاں کیں، لیکن جونہی وہ ایمان لائے وہ رب کے پیارے ہو گئے۔ انسان عناد رکھتا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام بہت ہی سخی ہے، وہ اپنے باغیوں سے بھی عناد نہیں رکھتا جب بھی باغی زانوئے ادب تہہ کر لیتا ہے اور سجدۂ اطاعت ادا کر لیتا ہے' رب اسے اپنی بارگاہ میں قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ جو مومن ہے وہی مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے سینوں کو اتنا کھول دے، اتنا انشراحِ صدر فرما دے، ایمان کو ہمارے رگ و ریشہ میں ایسا پیوست کر دے کہ ہم رب کی ایک ایک آیت کو لے کر بیٹھیں

Marfat.com

تواس کے معنی گھنٹوں اور دنوں اللہ تعالیٰ ہمارے ذہنوں اور ہمارے قلوب میں ڈالتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے محفوظ رکھے، جن اعمال کرنے والوں سے وہ ناراض ہوتا ہے، اور جو راندۂ درگاہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ ہمارے ایمان اور عقیدے کو درست رکھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت میں ہمیں قائم رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی، ہماری نسبت کی، ہمارے عقیدے کی، ہماری طہارت کی اور ہماری عبادت کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ٥

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ

سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ

واھل طاعتك اجمعین ٥

Marfat.com

پارہ الٓمّٓ سورہ بقرہ
آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی
وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا
مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَا
اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ
تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ فَلَوْلَا
فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَکُنْتُمْ مِّنَ
الْخٰسِرِیْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا

Marfat.com

مِنۡكُمۡ فِي السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً
خٰسِـِٕيۡنَ ۝ فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا
وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝ وَاِذۡ قَالَ
مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا
بَقَرَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ
بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ۝

ترجمہ: بے شک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے، وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں اُن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا۔ لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے۔ اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے۔ اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں کہ جنہوں نے ہفتہ میں

Marfat.com

سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ تو ہم نے (اس لبنی کا) یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا۔ اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔

اے عزیزانِ محترم! قبل اس کے کہ میں تفسیر شروع کروں، کچھ گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ توہینِ رسالت کے متعلق، آج اخبار میں ایک آرٹیکل میں نے پڑھا کسی آرمی آفیسر کا تھا۔ اور اس کو پڑھ کر مجھے بہت دکھ ہوا کہ کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام لیوا اتنے بھی بے حمیّت ہو سکتے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ توہینِ رسالت کے متعلق جو کچھ ہے یہ سب قرآن کے خلاف ہے اور کوئی بھی حدیث جو قرآن کے خلاف ہو وہ نہیں ماننی چاہیئے۔

وہ قرآن کو ٹکڑوں میں پڑھتے ہیں اور اس کا فیصلہ سُنا دیتے ہیں۔ وہابیوں کی بھی خصوصیت یہی ہے کہ وہ جو چیزیں

Marfat.com

فتح مکّہ سے پہلے کی ہیں مثلاً یہ کہ تم لوگ رات کو عبادت کیا کرو۔ جب لوگ چھُپ کر نماز پڑھا کرتے تھے، تو غالباً وہ دن دُور نہیں جب کوئی انجمن وہابیہ یا اہلِ حدیث یہ فتویٰ دے دیں گے کہ قرآنِ پاک میں تو ہے رات کو چھُپ کر نماز پڑھا کرو۔

انہوں نے کہا کہ قرآن میں لکھا ہوا ہے اگر تمہیں جاہل راستے میں ملیں اور الٹی سیدھی باتیں کریں تو تم ان کو سلام کر کے گزر جاؤ۔ سورہ یونس میں آیت ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ مکمل آیات ہیں۔ اور ہجرت سے پہلے کی ہیں اور فتح مکہ سے پہلے کی ہیں جس وقت حالات دگرگوں تھے۔ مسلمان بہت ہی کم تھے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان ناحق اپنا خُون بہائیں جب کہ اُن میں مقابلے کی طاقت نہ ہو، اس وقت بجائے مقابلہ کرنے کے انہیں ہجرت کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

ایک یہودی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کھینچ لی تھی، اس لئے کہ کچھ پیسے باقی تھے۔ اور وہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر اس کھینچنے کے نشان پڑ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ اس کو قتل کرنے کے لئے تلوار کھینچ لی۔

ہمیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے

Marfat.com

اپنے عمل سے یہ تعلیم دی ہے کہ جب کوئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادب کی خطا کرے، تو اس وقت تم پر صبر لازم نہیں" وَقَالُوْا سَلٰمًا" اس وقت کی بات ہے جب کہ اسلامی اسٹیٹ اور اسلامی نظریہ قائم نہیں ہوا تھا۔ جو سیکولر نظام ہے اس میں بھی حکومتی نظام یا ریاست کے خلاف اگر کچھ کہہ دیں تو (Treasion) بغاوت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی آئین سے بغاوت کرے تو اس کے لئے موت کی سزا ہے۔

مسلمانوں کا آئین کیا ہے؟

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اور وتوقروہ وتعزروہ ان کی توقیر کرو اور ان کی عزت کرو، اور جو ان کی توقیر کی راہ میں آئے اور ان کی عزت کی راہ میں آئے انہیں ختم کردو، نیست ونابود کردو۔ ایک نظریاتی مملکت میں ایسے کسی شخص کو برداشت نہیں کیا جا سکتا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرے۔ وہ سارے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں، کیا وہ قرآن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر سمجھتے ہیں اور ان کا ذاتی طرز عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہے، تو مجھے ان کے ایمان پر بھروسہ نہیں ہے یہ ان کے ایمان کی خطا ہے۔

میں اس لئے یہ باتیں کرتا ہوں کہ یہ سب چیزیں پڑھ

کر انسان کو شیطان گمراہی میں ڈالتا ہے۔ شیطان کا کیا مشن ہے؛ اور شیطان کے ملازمین کا کیا مشن ہے؛ وہ یہ کہ مسلمان کے دل سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نکل جائے۔ پھر اس کو قابو کرنا بہت آسان ہے۔ جب تک اس کے دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو گی، اس میں جذبۂ جہاد رہے گا۔ یہ حق کے لئے مر مٹے گا، اور جب کوئی مر مٹنے پر آتا ہے، تو چیچنیا جیسی چھوٹی سی چیونٹی کے برابر ریاست، رشین فیڈریشن جیسے سپر پاور کو ہلا دیتی ہے۔ یہ صرف ایمان کی طاقت ہے، تو وہ ہمارے ایمان کی طاقت سے ڈرتے ہیں۔

افسوس! کہ ہمارا ایمان دن بہ دن ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ اتنے دریدہ دہن ہو گئے ہیں کہ اب اخباروں میں لکھتے ہیں۔ کہ اہانتِ رسول تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس کا پورا نظریہ قرآن کے خلاف ہے۔ میں نے آپ کو وہ حدیث سنائی تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بڑی ہستی ہے۔ شاتمِ علی کرم اللہ وجہہ کو حوضِ کوثر پر پانی نہیں ملا تھا، اس نے خواب میں مولائے کائنات کو قتل کر دیا تھا۔ تو جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں اور شہیدوں کا یہ مقام ہے کہ ان کی اہانت کرنے والوں کو حوضِ کوثر پر پانی نہیں ملے گا، تو سرکارِ

دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کرنے والے کا کیا حشر ہوگا۔
بڑے سے بڑا طاقت ور شخص، اللہ تعالیٰ اگر اس کو حوصلہ دیتا ہے تو وہ اپنے خلاف کسی بھی خطا کو برداشت کر لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں کہ وہ اپنے پیارے کے خلاف کوئی عمل برداشت کرے اگر آپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو آپ خاموش ہو جائیں گے مگر آپ کے ماں باپ یا آپ کے بچوں کو کوئی مارے پیٹے تو آپ خاموش نہیں رہ سکتے۔
جن کا مقام ہو ے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور جو اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میری محبت چاہتے ہو تو ان کی اتباع کرو، تو ان کی توہین کو کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک میں اہانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین کی جارہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو قطعی برداشت نہیں ہوگا۔ یہ انتہائی بے غیرتی کی بات ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں اس قانون کو ختم کر دو اور وہ تمام احادیث جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور خطائے ادب کے متعلق ہیں اگر وہ قرآن سے مختلف ہیں تو کالعدم ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا

Marfat.com

کہ تمام آئمہ مجتہدین کا جو کچھ کام ہے وہ غلط ہے۔ یہی تو انہوں نے ظلم کیا ہے کہ اپنے کو آزاد رکھنے کے لئے کہہ دیا کہ ہم غیر مقلد ہیں۔ ہم کسی کی بات نہیں سُنتے۔ نہ محدّثین کی بات سُنتے ہیں نہ مذاہب کی تدوین کرنے والے ائمہ کی بات ہم مانتے ہیں۔ ہم خود ہی (Interperate) یعنی تشریح کر لیں گے۔ اور انہوں نے انٹرپریٹ یہ کر لیا کہ ہم بے غیرت بن جائیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ لوگ گستاخی کرتے چلے جائیں اور ہم خاموش رہیں۔

تقسیم سے پہلے علم الدین شہید نے جب ایک شاتم رسُول کو قتل کیا تھا، تو اس وقت بھی بڑے بڑے عالم تھے۔ کسی کی ہمّت نہیں تھی کہنے کی۔ جب کہ مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی۔ نظریاتی حکومت نہیں تھی۔ کسی ایک کی بھی ہمت نہیں تھی کہ کہے اس نے غلط کیا۔ سب نے اس کو ہیرو بنایا۔

لیکن آج پچھتّر سال کے بعد ہم اتنے بے غیرت ہو گئے ہیں کہ ہم کہتے ہیں آؤ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے لو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ یہ کہنے والا قرآن کے خلاف عمل کر رہا ہے۔

جس طرح بنی اسرائیل، اپنے نبیوں کو قتل کر دیتے تھے

Marfat.com

اسی طرح یہ وہابی اپنے نبی کی حُرمت کو قتل کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔
آمین!

وَاٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

Marfat.com

پارہ الۤمۤ سورہ بقرہ

آیت نمبر ۶۲ تا ۶۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا .... مَا تُؤۡمَرُوۡنَ ٥

اے عزیزانِ محترم!

میں نے آیت نمبر ۶۲ سے لے کر ۶۸ تک، سورہ بقرہ کی تلاوت کی۔

دیکھئے کوئی ماڈرن قسم کا شاپنگ آرکیڈ ہوتا ہے، تو وہاں ضرورت کی ہر چیز ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ جوتا خریدنے کسی اور دکان پر چلے جائیں اور کپڑے کی خریداری کے لئے کسی اور دکان پر۔ اور گھر کی چیزوں کے لئے ایک ہی ڈیپارٹمنٹل اسٹور پر خریداری کریں۔ تو یہاں ذکر ہو رہا ہے بنی اسرائیل کی زیادتیوں کا، ظلم کا، بغاوت

Marfat.com

کا نفس پرستی کا معصیت کا مختلف نصیحتوں کا مختلف رُوحانی اشیاء کا مینو موجود ہے۔ اس لئے ساتھ ایمان کا ذکر بھی کر دیا۔ ایسا نہیں کہ ایمان کسی اور آیت میں ڈھونڈو اور ایقان کسی اور جگہ ڈھونڈو۔

جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا ہو اور اللہ تعالیٰ کا بھی پیارا ہو اور اللہ تعالیٰ کا اتنا پیارا ہو کہ اس کی شان میں کوئی نہ کوئی آیت نازل ہو گئی ہو۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لا تھنو ولا تحزنوا ان اللہ معنا ط نازل ہو گئی۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوگئی کہ آپ کے آباؤ اجداد جو نصاریٰ تھے۔ جو نصارین عیسیٰ علیہ السلام تھے، جو تبع تابعین تھے، اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔ نیک کام کئے، وہ سب فلاح یافتہ ہیں، مفلحین ہیں۔

پھر اللہ اگلی ۶۲ ویں آیت میں اپنی نعمتوں کا ذکر کر رہا ہے دس دس نعمتیں تو گنوا چکا ہے اس آیت میں۔ راہ روی پر آگئے کہ واذ اخذنا..... تنتقون ڈ جب سونے کے بچھڑے کی آواز کرنے کے جرم میں ستّر ہزار آدمی مارے گئے، تو باقی ستّر ہزار کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر

Marfat.com

گئے، اللہ تعالیٰ سے توریت حاصل کرنے کے لئے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ ہمیں کوئی کتاب دے دو، لیکن کتاب کے لینے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے فرداً فرداً تمام بنی اسرائیلیوں سے ایک معاہدہ کیا۔

یاد رکھیں کہ اللہ کے نبیوں اور اللہ کے ولیوں کے اعمال اور نشانیاں شعائر اللہ ہو جاتی ہیں۔ تو نبی کا عمل جو ہے وہ اللہ کا عمل بن جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیلیوں سے وعدہ لیا کہ توریت آجائے تو پابندی کرنا، اسے طاقت سے، زور سے قوت سے پکڑنا۔ ایمان کو پوری قوت سے اپنے ساتھ رکھنا۔ اور رب کی شان یہ ہے کہ اپنے نبی کے عمل کو اپنا عمل کہہ کر بتا دیا کہ واخذ اخذ نامیثا قکم، کہ جب میں نے تم سے وعدہ لیا۔ جب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا عمل اللہ تعالیٰ کا عمل ہو گیا، تو سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل اللہ کا عمل ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ جب ان کا عمل اللہ کا عمل ہے، تو ان کی عزت اور ان کی توقیر اللہ تعالیٰ کی توقیر و عزت ہے۔ وللہ عزۃ جمیعًا ہ ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

طاقت کو ہم عزت کسی اور سنس میں لیتے ہیں۔ عزت کا

Marfat.com

مطلب ہے، طاقت جبر۔ جبروت اور قہاری اور ذلت کا مطلب ہے کمزوری۔ پرانے زمانے میں جس سنس میں ہم عزت لیتے ہیں، طاقت ہی سرچشمۂ عزت تھی۔ اور کمزوری وجۂ ذلت تھی۔ اسی لئے ہم نے کلام پاک کے الفاظ اسی مفہوم میں استعمال کرلئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا جاہ و جلال تم پر واضح کیا کہ کوہِ طور کہیں اور تھا اور قریہ کا میدان جس میں تم محصور تھے کہیں اور تھا۔ جب تم نے بغاوت کرنی شروع کردی تو میرے حکم پر جبرائیل علیہ السلام جب تمہاری تادیب کے لئے کوہِ طور کو اٹھا کے تمہارے سر پر لا کھڑا کردیا۔ چونکہ جب انہوں نے کہا تھا کوہِ طور پر، تو کوہِ طور کی تو ہیبت ان پر طاری تھی، اس لئے کہ جب آواز آئی اللہ تعالیٰ کی، تو پھر بھی انہوں نے نافرمانی کی۔ اور کہا کہ ہمیں کیا پتہ کہ یہ کس کی آواز ہے، ہمیں بھی دکھادیں اس کی تجلّی۔

اور جب تجلی ہوئی رب ذوالجلال والاکرام کی تو سب مرگئے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ دوبارہ زندہ ہوئے تاکہ توبہ کرسکیں اور اطاعت کرسکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ وہی طور ہے جس پر نافرمانی کرنے سے تم سب مارے گئے تھے۔ اب میں نے تمہارے سر پر کھڑا کردیا ہے۔ اب میرے نبی کی نافرمانی کی تو تم

Marfat.com

نیچے ہو گئے اور یہ کوہِ طور تمہارے اوپر ہوگا۔

تمہیں یاد نہیں ہے کہ میں نے تم سے وعدہ لیا تھا، میثاق لیا تھا، اپنے نبی کے ذریعے سے، تم نے نافرمانی کی تو میں نے طور کو لا کر کھڑا کر دیا تمہارے سر پر، تو پھر جب تم نے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو خذوا ما اتینکم جو کچھ تمہیں دیا ہے شریعت موسیٰ توریت کے ذریعے سے اسے قوت سے پکڑو۔ ہمیں بھی حکم ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اللہ کی رسّی کیا ہے؟ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو تم اس کو قوت سے پکڑو۔ ان کے احکام کو مانو چاہے وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی تمام اختیاری خوبیوں کے بیان کو حمد کہتے ہیں۔ اور حمد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ محمود کے تمام کمال کو ظاہر کرے۔ جیسا کہ اس سورہ فاتحہ میں آگے وہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اہلِ نظر کے لئے یہ دنیا کیا ہے؟ جن کے قلب کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ جن کے دلوں میں نورانی بصیرت ہے۔ یہ سارا عالم ان کے لئے رب کا کمال ظاہر کرتا ہے۔

مثلاً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورٌ من نور اللہ ہیں یعنی دنیا میں جتنی مخلوقات ہیں وہ سب ان کے نور سے بنی ہیں۔ تو اس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک

Marfat.com

ظہورِ کمالِ الٰہی ہے۔

یہ چاند، اس کی ٹھنڈی چاندنی اور روشنی، یہ سورج جس کی گرمی اور تمازت اور توانائی، یہ دریا، یہ پھول کا حسن، اُن کی خوشبو، یہ سبزے کی رنگینی، کھیتوں کی ہریالی اور رزق دنیا کے انسانوں کا حسن، طرح طرح کے جانور اور اناج، طرح طرح کے ہیرے جواہر، یہ ساری چیزیں، کائنات میں جو کچھ بھی ہے، ان کا مشاہدہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاتا ہے تو یہ مشاہدہ ہی حمد ہے۔ اس لئے کہ یہی ظہورِ کمالِ الٰہی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انا نُورمن نُوراللہ وکل خلائق من نوری۔ میں اللہ کے نُور میں سے ایک نُور ہوں اور جتنے مخلوقات ہیں وہ میرے نُور سے ہیں۔

تو کائنات جو ہے وہ سب ظہورِ کمالِ مصطفوی ہے۔ اور اس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہورِ کمالِ الٰہی ہیں۔ وہ سب اسی کا ظہور ہے، وہ نعمتیں اسی کی عطا ہیں۔

تو اب بات آگئی کہ اچھا یہ کائنات رب کے کمال کا ظہور ہے۔ تو اس کی دیکھ بھال کون کرتا ہے، اس کی پرورش کون کرتا ہے؟ الحمد للہ سب حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

Marfat.com

اور سارے عالم اور ساری کائنات اسی کے وجود کا ظہور ہے۔ ان کی دیکھ بھال، ان کی پرورش بھی وہی کرتا ہے۔ الحمدللہ رب العالمین ؕ وہ تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

اور ہمیں یہ پتہ چلا کہ ہم حمد کیوں کرتے ہیں۔ انسان حامد ہے، وہ محمود کی حمد چار عنوان سے کرتا ہے۔ پہلی بات تو محمود کی رضا کے لئے۔ رب ہمارا محمود ہے اور ہم اس کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ قطع نظر اس کے کہ ہمیں کیا دے سکتا ہے اور کیا لے سکتا ہے۔ اس لئے کہ حمد اور عبادت کرنے کے لائق اس نے ہمیں کیا۔ ہمارے ہاں تو ایک دم سے احکامات نازل نہیں ہوئے، مسلمانوں کو آرام سے ڈسپلن کا عادی بنایا گیا، انہیں ٹرینڈ کیا گیا۔ سال میں ایک دن کا یوم عاشورہ کا روزہ آیا، اس کے بعد مہینے میں تین دن کا آیا۔ اس کے بعد پھر تیس روزے نازل ہوئے۔ پہلے کہا گیا کہ شراب نجس چیز ہے، اس میں کچھ فائدے ہیں لیکن نقصان زیادہ۔ پھر کہا گیا کہ تم نشے کی حالت میں مسجد میں نہ جاؤ نماز نہ پڑھو۔ پھر کہا گیا بس "فاجتنبوا" اس سے اجتناب کرو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ہی کافی تھا۔

اب لوگ حدیثیں ڈھونڈتے ہیں کہ کہاں کہا تھا اللہ تعالیٰ

نے کہ توہینِ رسالت پر یہ کردو۔ وہ مسلمان جو اسلام کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے اس کہنے پہ کہ "فاجتنبوا" اجتناب کرو، کو کافی وشافی سمجھتے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کے ساتھ یہ رعایت برتی کہ رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا کر کے ان کو ہرڈسپلن کا پابند بنایا۔ بنی اسرائیل نے مانگا تھا تو ایک ہی قسط میں ساری توریت نازل ہوگئی کوہِ طور پر۔ اور سارے احکام کے وہ سخت پابند ہوئے۔ وہ تو عادی تھے لاپرواہی کی زندگی کے۔ قبطیوں کی غلامی کے، عیش وعشرت کے بھی اور غلامی کے بھی عادی تھے۔ زیورات کا بھی شوق تھا، شراب کا بھی شوق تھا، شکار کا بھی شوق تھا۔ تو جب پابندیاں ہوئیں تو انہوں نے اس کی نافرمانی شروع کردی، یہ تو مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اچھا اسی کوہِ طور کو لاتے ہیں جہاں کی ایک تجلّی سے وہ سب مرگئے تھے۔ پھر جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خذوما اتینکم پکڑلو مضبوطی سے، جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے۔ بقوۃ قوت کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہے ایک ڈسپلن کے ساتھ، ایک نظم کے ساتھ، ایک پابندی کے ساتھ، شریعتِ موسیٰ علیہ السلام کو

Marfat.com

کو اپنالو۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ اس شریعت کی تبلیغ بھی کرو۔ ایک دوسرے کو بتاؤ بھی واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون ہ اس کا ذکر بھی کرو جو کچھ اس کے اندر ہے لعلکم تتقون ہ تاکہ تم تقویٰ کر سکو، اللہ سے ڈر سکو۔ تبلیغ جو ہے وہ فرضِ کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت میں چند لوگ تبلیغ کر دیں تو یہ فرض ادا ہو سکتا ہے۔ ہم اس محلے میں رہتے ہیں، اللہ کا ذکر آپ تک پہنچاتے ہیں، اس محلے کا فرض کفایہ ہو گیا۔ آپ اپنے دوستوں کو لاتے ہیں، اور اس ذکر میں شامل ہوتے ہیں، آپ کا فرض کفایہ پورا ہو رہا ہے۔

ثم تولیتم من بعد ذالک اس دوبارہ وعدے کے بعد بھی تم پھر گئے، یہ بنی اسرائیل نافرمان، ناہنجار بچوں کی طرح تھے۔ ایک دفعہ ڈانٹا پھٹکارا انہوں نے خراب کام چھوڑ دیا، اس کے بعد ذرا آنکھ بچی تو دوبارہ اسی میں لگ گئے۔ پھر وہی لٹو کھیلنا شروع کر دیا، وہی گلی ڈنڈے کھیلنے شروع ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا بھی یہی حشر تھا۔

"ثُمَّ تولیتم من بعد ذالک" اس کے بعد تم پھر گئے

Marfat.com

فلولا فضل اللہ علیکم اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے ساتھ نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو" لکنتم من الخسرین" پتہ یہ چلا کہ نفس اور شیطان ہر وقت انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور اور اس کی عطا کردہ شریعت سے دور کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اگر ہم اس شریعت پر قائم ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہیں تو یہ دو چیزوں کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت۔

اب ان دو آیات کے بعد ان سے جو اصول اخذ ہوئے ہیں وہ میں آپ کو بتا دوں کہ دنیاوی تکلیفیں جو ذریعہ ہدایت ہوں تو درحقیقت انعام الہٰی ہے۔ دنیا میں وہ کوہِ طور پر مارے گئے تھے۔ اور دوبارہ زندہ کئے گئے تھے۔ پھر انہوں نے ہدایت کو پالیا۔ اگر وہ نافرمانی کی حالت میں مر جاتے تو ہمیشہ کے لئے جہنمی ہوتے۔ تو وہ دنیاوی تکلیف درحقیقت انعام الہٰی ہے۔ اس لئے کہ اس تکلیف کے بعد اگر آپ صبر اور استقامت کے ساتھ دین اور شریعت پر قائم ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت آپ پر جاری ہے۔ دوسری بات یہ ہے جیسا کہ عرض کیا تھا کہ حق تعالیٰ اُمت محمدی پر نہایت مہربان ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کے صدقے میں اس کے سارے احکامات آہستہ آہستہ مسلمانوں کے لئے لاگو ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو تو پے در پے ہر بغاوت کے بعد دنیاوی عذاب ان پر نازل ہوتا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کے ساتھ یہ رعایت ہے کہ ان سے دنیاوی عذاب اٹھا لیا گیا، جسمانی عذاب اب نہیں ہے، ان کے جسم نہیں بگڑتے۔ مسلمان اگر نافرمان ہو جائے تو اس کو بندر نہیں بناتے، سور نہیں بناتے، اس کا قلب بدل دیتے ہیں۔ قلب کی شکل جو ہے نفس جیسی ہو جاتی ہے۔ تو یہ جو عذاب بنی اسرائیل کے تھے، ہم سے پہلی اُمّتوں کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں وہ ہم سے اُٹھا لئے ہیں۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ توریت کی حفاظت بنی اسرائیل کے ذمّے تھی خذوا ما اتینکم بقوۃ اور قرآن کے لئے فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (سورہ الحجر)۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور رحمت کی، کہ قرآن کی حفاظت کا بوجھ ہمارے کندھوں پر نہ ڈالا۔ اپنی رحمت سے خود اس کا ذمہ دار ہو گیا۔ اب آج جو توریت اور انجیل ہے وہ وہ نہیں ہے۔

Marfat.com

جو نازل ہوئی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر' یہ جعلی ہے تحریف والی ہے۔ وہ اس لئے کہ اس کی حفاظت انسانوں کے ذمّے تھی۔ اور انسان کے قلوب اور ذہنوں پر شیطان اور نفس کا غلبہ ہو سکتا ہے۔ اور قرآن پاک کی حفاظت اس ذات نے اپنے ذمّے لی جس کی شان ہے۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

پانچواں اصول جو اللہ نے فرمایا کہ وذاکروا ما فیہ لعلکم تتقون ؕ کلام الٰہی کا صرف عمل اور اس کی اطاعت ہی کافی نہیں ہے اس کا ذکر اور اس کی تلاوت بھی ضروری ہے۔ یہ جو کہتے ہیں یہ عربی میں پڑھنے سے کیا فائدہ۔ ہمارے تُرکی بھائیوں نے کسی زمانے میں ترکی زبان میں نماز شروع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی ہے۔ عمل بھی کرو، اس کو پڑھو بھی، اس کی تلاوت بھی کرو اور اس کا ذکر بھی کرو۔

ایک ہی معجزہ بعض کے لئے خوف اور ہدایت اور بعض کے لئے گمراہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت ستّر ہزار بنی اسرائیلیوں کے لئے گمراہی کا سبب ہو گئی۔ ستّر ہزار متزلزل رہے اور ستّر ہزار ایمان پر قائم رہے۔ یہ جو بنی اسرائیلی

Marfat.com

ہر بات میں دلیل چاہتے تھے کہ مجھے دکھا دو رب، میں آواز سُن کے مطمئن نہیں ہوتا۔ ہر ایک کا ثبوت، ہر ایک کی بُرہان، ہر ایک کی دلیل، ہر ایک کا فرقان چاہتے تھے دلیل سے فہم تو آسکتی ہے عرفان نہیں آسکتا۔ عرفان ایمان، محبت اور ذکرِ الٰہی سے آتا ہے۔ عارف باللہ ذاکر سے ہوتا ہے۔ جو اللہ کا ذاکر ہو، اللہ کا محب ہو۔ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محب ہو، اس کا مطیع وفرمانبردار ہو۔ وہی عارف ہو سکتا ہے۔

باطنی بصیرت سے عرفان ہوتا ہے۔ احکام پر عمل درآمد کرنے کے لئے قوتِ ربّانی کی ضرورت ہے۔ بندہ پہلے خوف سے پھر ادب سے، پھر شوق سے اللہ کی عبادت کرتا ہے کبھی ایسا خیال آتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں۔ گناہ کر لیا تو توبہ کرتا ہے۔ پھر توبہ کی عادت سے اس میں عبادت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ جب عبادت میں استغراق پیدا ہوتا ہے تو اس میں شوقِ عبادت پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب شوقِ عبادت پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننا شروع کر دیتا ہے۔ پھر عارف باللہ ہو جاتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں بتایا ہے کہ شریعت میں

Marfat.com

حیلے بہانے، "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف ہے۔ بنی اسرائیل ایسی بگڑی ہوئی قوم تھی کہ اس نے حیلے بہانے کئے۔ یہ سب ان کی تعلیم ہے کہ تمہارے ساتھ یہ یہ ہوا۔ اب پھر تم سمجھ جاؤ۔

ایمان لانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو جو پہلے تمہارے باپ دادا کے ساتھ ہوا کہ طور کی تجلّی سے جل مرے۔ پھر زندہ ہوئے پھر ایمان لائے۔ پھر طور تمہارے سر پر کھڑا کر دیا گیا، عذاب تمہارے سر پر کھڑا ہو گیا پھر تم ایمان لائے۔ تو ایک تو یہ کہ قتال اور جزیئے کے ڈر سے تم ایمان لاؤ۔ اور ایک یہ ہے کہ توریت اور انجیل کی بشارتوں کی اطاعت میں جا کر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ تمہارے حق میں بہتر یہ ہے کہ تم اپنے شوق سے اللہ کی کتاب، جس کی تاکید کی تھی، اسے قوت سے پکڑو، اس کی دی ہوئی بشارتوں کو مانو، اور اس پر عمل کرو، تھوڑے سے فائدے کے لئے تھوڑی سی ذمہ داری کے لئے سرپنچ بنے رہنے کے لئے اور اپنے نذرانوں کے وصول کرنے کے لئے تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نافرمانی نہ کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے۔ تمہیں وہ یاد ہے کہ حیلے

Marfat.com

بہانے کرنے کا کیا نتیجہ نکلا" ولقد علمتم... خاسئین ہ
تمہیں اس کا علم تو ہوگا، تمہیں یاد تو ہوگا کہ تمہارے باپ دادا کے
ساتھ کیا ہوا تھا، جب میں نے "سبت" کا حکم نازل کیا کہ ہفتہ
تمہارے لئے مبارک دن ہے۔ تمہارا پورا دن عبادت کا ہے۔
اس دن تم شکار نہیں کر سکتے۔ اس دن تم رزق تلاش کرنے
کے لئے باہر نہیں نکل سکتے۔ سارا دن عبادت کرنا ہے۔ اس
کے مقابلے میں ہمارے لئے صرف یہ حکم ہے کہ جمعہ کی نماز اور
جمعہ کے ختم تک کاروبار روکو۔ یعنی ان کے لئے حکم تھا سارا دن
جو کہ سخت حکم تھا۔ اس دن تم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہفتے میں ایک
دن دنیا کو بھول جاؤ۔

انہوں نے کیا کیا۔ یہ لوگ شام اور لبنان کے قریب سمندر
کے کنارے رہتے تھے۔ وہاں جمعہ کے دن شام کو وہ نالیاں
بنا لیتے تھے سمندر سے اور مچھلیاں جب اس کے مدوجزر کے
ساتھ آتی تھیں، تو اس میں ٹریپ ہو جاتی تھیں۔ سنیچر کے
دن ان کا شکار اپنے آپ پھنس جاتا تھا۔ وہ شکار موجود ہوتا
تھا اور وہ اتوار کے دن نکال لیتے تھے۔

یعنی سنیچر کے دن منع کیا ہوا تھا کہ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں
تمہیں رزق دینے والا ہوں۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ تم جمعہ کے

Marfat.com

بعد کی بات نہ سوچو۔ لیکن وہ سنیچر کے دن بھی اپنا شکار اکٹھا کرتے تھے۔ یہ شریعت میں حیلہ بازی کرتے تھے، اور کئی عشرے تک یہ کرتے رہے۔ اور کوئی عذاب نہیں آیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ انہوں نے منع کیا کہ یہ نہ کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو اتنے عرصے سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہم سنیچر کو تو شکار نہیں کرتے۔ سنیچر کو تو خود بخود شکار ہماری نالیوں میں پھنس جاتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حیلہ سازی کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اور موقع دیا سنبھلنے کا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے تنبیہہ کرائی تو پھر بھی یہ نہ مانے۔ پھر کیا ہوا؟ وقلنا لهم كونوا قردة خاسئين ۝ پھٹکارے ہوئے بدشکل بندر بن جاؤ۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہ بندر ان کی نسل سے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی نسل نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے اور انسان کی شکلیں بدل جاتی ہیں، تو وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتے۔ یہ جو بندر ہمارے

کھلونے ہیں جنھیں ہم پالتے بھی ہیں، یہ ان کی اولاد نہیں ہیں۔ یہ بے چارے معصوم ہیں۔ وہ جو بندر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں عذاب کے باعث بنے وہ تو مر کھپ گئے۔ اپنی ان شکلوں کے ساتھ وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ جسم وہی لیکن چہرے بدل گئے، کیسے زندہ رہیں گے۔

تو اس جُرم میں کہ انہوں نے جمعہ کے دن دریا سے نالی گڑھے میں لائے۔ اور مچھلیاں جو ہیں وہ پھنس جائیں اور وہ انوار کو نکال لیتے۔ یہ تین روز تک عذاب میں بندر بن کر روتے رہے، آہ وزاری کرتے رہے۔

جو لوگ ایمان پر قائم تھے اور ان کے کہنے پر عمل نہیں کرتے تھے، کہتے تھے کہ نہیں یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ جب ان کو دیکھتے تھے کہ وہ تو انسان ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو دیکھتے تھے کہ ہم تو بندر ہو گئے ہیں۔ تو آہ وزاری کرتے تھے اس طرح وہ نیست و نابود ہو گئے۔

اس آیت مبارکہ کے کچھ فوائد، کچھ اصول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین ۝ یہ ساری کتاب میں کیا ہے؛ تادیب ہے، تنبیہ ہے، تعزیر اور تاکید ہے۔ (Caution) یا تادیب ہے، سزا ڈانٹ

Marfat.com

ہے کہ اس پر سختی سے عمل کرو۔ تو یہ سب تعزیر و تادیب تنبیہہ اور تعلیم کس پر کارگر ہوتی ہے؟ جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے۔ اسی لئے کلام پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے شروع میں کہہ دیا کہ یہ ھدی للمتقین۔ بنی اسرائیل جیسے لوگوں کے لئے نہیں ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی پچھلی اُمتوں کے لئے جو سلسلہ تھا، تادیب و تعزیر یا تنبیہہ کا وہ تاکید ہے تعلیم ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تاکہ ہمیں وہ اللہ تعالیٰ کا اوّلین پیغام یعنی ذالك الكتب.... متقین ؕ یاد رہے۔ اس کا فائدہ اسی وقت ہوگا جب ہمارے پاس تقویٰ ہوگا۔ جب ہم پر اثر ہوگا تادیب و تعزیر اور تعلیم و تاکید کا۔ یہ بدشکل بھی ہوئے اور خسارے میں بھی رہے۔

تو اس آئیہ مبارکہ سے کچھ اصول مرتب ہوئے ہیں۔ اس میں پہلا اصول تو یہ ہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرتے کرتے کبیرہ ہوجاتا ہے۔ وہ ایک چھوٹا سا گناہ کرتے تھے، اپنی شریعت میں، حیلہ بہانہ کرتے تھے کہ سنیچر کو تو ہم شکار نہیں کرتے صرف جمعہ کی شام کو ہم نالی بنا لیتے ہیں۔ ہم نہیں بلکہ نالی شکار کرتی ہے۔ لہٰذا حکم کی نافرمانی نہیں ہے۔

یاد رکھیں کہ شریعت کے خلاف حیلہ کرنا گناہ ہے۔ اور شریعت کو پورا کرنے کے لئے حیلہ کرنا مباح۔ ایک مثال بنی اسرائیل کی ہے جو شریعت کے خلاف حیلہ کرتے تھے، نالیاں کھود کر اور ایک شریعت کے لئے حیلہ سازی ہے۔ جو مباح ہے، جو جائز ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی سے ناراض ہوئے تو انہوں نے کہا کہ سو ڈنڈے ماروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم ایک حیلہ بنالو، (۱۰۰) سو تیلیوں والا جھاڑو لے لو، تم نے قسم کھائی تھی۔ قسم نہ توڑو، شریعت کی خلاف ورزی نہ کرو۔ شریعت کی خلاف ورزی، شریعت کے لئے حیلہ سازی سے زیادہ بُری ہے۔ تو (۱۰۰) سو تیلیوں کا جھاڑو لے لو اور اس سے ایک دفعہ مارو، تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ تو یہ دو مثالیں ہیں۔ شریعت کے خلاف حیلہ سازی گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اور شریعت کی محبت میں شریعت کے تقاضے پورے کرنا، یا اس پر پابندی مشکل ہو تو اس کے لئے آسان راستہ آپ ڈھونڈ سکتے ہیں۔ یہ مثالیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

تو گناہ صغیرہ ہمیشہ کرتے کرتے گناہِ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ پچھلی اُمّتیں جب گناہِ کبیرہ میں بہت دنوں تک ملّوث

رہتیں تو ان پر عذاب نازل ہوتا اور ان کی شکلیں بگڑ جاتی تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کے ساتھ یہ رعایت دی کہ اگر وہ صغیرہ گناہ کرتے کرتے ان کا کبیرہ گناہ بن جائے تو ان کی شکل نہیں بگڑتی، بلکہ ان کے قلب بگڑ جاتے ہیں۔

لیکن ؎ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اگر وہ کسی مردِ مومن اللہ کے نبی یا اللہ کے نبی کے وارثان کے پاس پہنچ جائیں، تو اُن کی نگاہِ باطن کے تصرف سے ان کے بگڑے ہوئے قلب کی شکل خود درست ہو جاتی ہے۔ وہاں تو شکل بگڑی اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔ اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قلب اگر بگڑا بھی گناہِ صغیرہ کی کثرت سے، تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جب ان کے ساتھ ہوتا ہے تو ان کا قلب بھی سنور جاتا ہے۔ اور اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اسرائیلیوں نے سات سو سال تک گزارا کیا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک صغیرہ گناہ کرتے رہے۔ اور کہتے کہ عذاب تو آیا نہیں۔ یاد رکھو! گناہ پر عذاب نہ آنا عمل گناہ کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اگر ہم کہیں کہ ہم تو روز کسی کو گالی

Marfat.com

دیتے ہیں لیکن ہمیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ کیا گالی جائز ہو گئی۔ یہ تو بنی اسرائیل کی منطق ہے۔ یہ اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منطق نہیں ہے۔

تیسرا اصول جو ہمیں دیا گیا اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ یہ کہ دوسروں کی مصیبتوں سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ ذکر اس لئے ہوا ہے کہ مصیبتوں سے نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پر قائم رہیں۔ یہ کتاب ھُدًی للمتقین ہے۔

چوتھی بات یہ کہ جب بنی اسرائیل کوہِ طُور کے میدان میں گرنے کے لئے آئے، تو جو لوگ ایمان پر قائم رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ کے بعد وہ عذاب ٹل گیا تو وہ لوگ فوراً گلے ملے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بالتخصیص اگر کسی رُوحانی یا دینی وجہ سے خوشی ہو تو اس وقت گلے ملنا سُنّتِ صحابہ ہے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ بدکاروں سے دُور رہو۔ کیونکہ ان کے ساتھ میں نیکو کار پر بھی عذاب آسکتا ہے۔ ستّر ہزار گئے تھے تو سب نے نہیں کہا تھا کہ ہمیں نہیں پتہ یہ کس کی آواز ہے۔ ان میں سے چند لوگوں نے کہا۔ لیکن تجلیٔ الٰہی

Marfat.com

جب برقِ صاعقہ بن کے گری کوہ طور پر تو سب کے سب ستّر ہزار مر گئے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو، بدوں کی صحبت میں نیکو کاروں پر بھی مشکل آسکتی ہے۔ چھٹا اصول یہ ہے کہ تبلیغ صرف عالموں پر ہی فرض نہیں ہے۔ بلکہ صاحبانِ ایمان کے ہر طبقے میں کچھ لوگ ہونے چاہئیں جو دینِ الٰہی کی تبلیغ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہیں۔

ایک اصول اور ملا کہ اتنے دنوں تک لوگوں نے یوم سبت کی نافرمانی کی اور اس وقت کے حاکموں نے جو صاحبانِ اقتدار تھے انہوں نے انہیں روکا نہیں، یہ عین عملِ گناہ تھا۔ یعنی دوسروں کے گناہ سے راضی ہونا بھی گناہ ہے۔ ساتواں اصول یہ ملا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام دوسرے نبیوں کے صحابہ سے افضل اور امت محمدی دوسری اُمّتوں سے افضل ہے۔ اور یہ تو فرمانِ الٰہی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کے امام ہیں، اور ان کی اُمّت تمام اُمّتوں کی امام ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

پارہ الٓمّٓ سورۃ البقرہ
آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ
فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خَاسِئِیۡنَ ۝
فَجَعَلۡنٰهَا نَکَالًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا
وَمَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی
لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا
بَقَرَۃً ؕ قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ
بِاللّٰهِ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ۝ قَالُوا ادۡعُ لَنَا
رَبَّکَ یُبَیِّنۡ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوۡلُ
اِنَّهَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِکۡرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیۡنَ

Marfat.com

ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ
النّٰظِرِيْنَ ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ
شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ○ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا
تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ
قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا
كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ○

ترجمہ: اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں
کے جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے
اُن سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے
تو ہم نے (اس بستی کا) یہ واقعہ اس کے آگے
اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا اور پرہیزگاروں
کے لئے نصیحت اور جب موسیٰ نے اپنی قوم
سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے

Marfat.com

ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں ،
فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں بولے
اپنے رب سے دُعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے
گائے کیسی کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے
ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے
بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے بولے
اپنے رب سے دُعا کیجئے ہمیں بتا دے اس کا
رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی
گائے ہے جس کی رنگت ڈہڈہاتی دیکھنے
والوں کو خوشی دیتی بولے اپنے رب سے دُعا
کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کر دے،
وہ گائے کیسی ہے بے شک گایوں میں ہم
کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں
گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے ،
جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے
اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب جس میں کوئی
داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے
تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ

Marfat.com

ہوتے تھے"۔

میں نے ۶۵ سے لے کر ۷۱ ویں آیت تک سورۃ بقرہ کی تلاوت کی۔ اس میں دو واقعات ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا واقعہ ہے اور دوسرا گائے کو ذبح کرنے کا واقعہ۔ جو بنی اسرائیل کو کہا گیا تھا۔ ایک میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور دوسرے میں یہ کہ یہ قوم ایسی تھی کہ ہر ایک کام میں حیل و حجت کرتی تھی۔ ادر اپنے سوالوں اور جوابوں اور اپنی حجت کی وجہ سے آسان کام کو مشکل بنا دیتی تھی۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کو اپنے لئے مشکل نہ کرو ورنہ یہ تم پر بھاری ہو جائے گا۔ بنی اسرائیل پر سختیاں زیادہ تھیں، اس لئے کہ ان کے مزاج کا اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ یہ کیسے باغی لوگ ہیں، کیسے حیلے بہانے کرنے والے ہیں۔ دوسرے یہ اپنی حرکتوں کی وجہ سے اپنے دین کو یعنی احکاماتِ الٰہی کو اپنے لئے بہت ہی مشکل بنا لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں علم ہو گا کہ تمہارے باپ دادا جنہوں نے نافرمانیاں کی تھیں، اور سنیچر کے دن مچھلیوں

Marfat.com

کاشتکار کرتے تھے تو ان پر کیا گزری۔ وہ بدبودار بدشکل بندر بنادیئے گئے۔ اور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ اور جو لوگ تائب ہوتے تھے یا جو نصیحت کرنے والے ہوتے تھے، ان کو دیکھتے تھے جو بچ گئے تھے اور روتے تھے کہ ہمیں کیا ہوگیا، اور اسی طرح ختم ہوگئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عذاب دو طرح کے لوگوں کے لئے، دو طرح کے ردِّ عمل تھے نجعلنھا نکالا لما بین ایدیھم وما خلفھم۔ جو عام لوگ تھے جو خطا کار تھے، جو شریعت میں حیل و حجت کرنے والے تھے، جو اس وقت تھے اور جو ان کے بعد میں آئے ان کے لئے تو یہ ایک دہشت انگیز واقعہ تھا۔ تاکہ اس کو دیکھ کر ان میں خوفِ الٰہی آجاتا۔ یہ حشر ہوا بغاوت کا۔ تو جو عام لوگ ہیں ان کے لئے تو یہ دہشت کا مقام تھا۔ چاہے وہ اس وقت موجود تھے یا اس واقعہ کے بعد آئے۔ لیکن جو متّقین تھے ان کے لئے یہ نصیحت اور وعظ کا باعث تھا۔" ہم نے ان کے لئے دہشت پیدا کر دی"۔

یاد رکھیں کہ ہمارا کلام پاک بھی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے، اُمّتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے،

هدًی للمتقین ہے۔ یعنی تقویٰ رکھنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب و ثواب اہلِ تقویٰ کے لئے باعثِ نصیحت اور باعثِ ہدایت ہوتے ہیں۔

اب آگے ۶۷ ویں آیت ہے۔ اس میں گائے کے ذبح کرنے کا واقعہ آیا ہے۔ بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ گائے ذبح کرو۔ کیوں؟ کہ سامری نے بھی سونے سے گائے کا بچھڑا ہی بنایا تھا نا، اور اس کی پوجا کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ یہ عبادت کی چیز نہیں ہے بلکہ اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کی چیز ہے۔ اس لئے واذقال موسیٰ لقومہ ان تذبحو بقرۃ۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم یہ گائے ذبح کرو اتتخذ و اخذواہ وہ بولے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ قال اعوذ باللہ ان اکون من الجھلین ٥ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں، جاہلوں جیسی حرکتیں کروں۔

واقعہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں عابیل ایک مالدار شخص تھا۔ اس کے پاس بہت دولت تھی۔ اس کا ایک

Marfat.com

حریص چچازاد بھائی تھا۔ اس نے دولت کے لالچ میں اسے مار ڈالا اور مار کے اس کی لاش اپنے دوسرے محلّے والوں کے دروازے پر رکھ کے آگیا۔ اور دوسرے دن دعویٰ بھی کر دیا کہ میرے بھائی کو ان لوگوں نے قتل کر دیا ہے، ان سے مجھے قصاص دلایا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا عابیل کو تم نے مارا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ہم نے انہیں نہیں مارا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ حق ظاہر ہو جائے اور یہ پتہ لگ جائے کہ کس نے انہیں مارا ہے؛

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ ایک گائے کو ذبح کریں اور اس گائے کے گوشت کے لوتھڑے کو اٹھا کر اس مُردہ جسم پر ماریں، تو وہ زندہ ہو جائے گا اور بتا دے گا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ بنی اسرائیل تو ویسے ہی جاہل تھے اور انہیں نبیوں کا احترام کرنا نہیں آتا تھا۔ انہوں نے کہا کیا آپ مذاق کر رہے ہیں ہمارے ساتھ؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس

Marfat.com

جہالت کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ خود سے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں۔ یا جاہلوں جیسی بات کروں۔ میں تو اللہ کا رسُول ہوں۔ جو مجھے اللہ تعالیٰ بتاتا ہے وہی میں کرتا ہوں یا کہتا ہوں۔

ایسے واقعات میں جس میں لوگوں کی جانیں داؤ پر لگی ہوئی ہوں، لوگوں کا عزّت و وقار لگا ہوا ہو، لوگوں کا دین لگا ہوا ہو، ایسی باتوں میں، ایسے موقع پر مذاق کرنا جہلاء کا کام ہے، یہ انبیاء کا کام نہیں ہے۔

اس سے ایک تو اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ ان کی قوم کتنی بے شعور تھی، اسے احترامِ نبی اور احترامِ رسالت کا کوئی اندازہ ہی نہیں تھا۔ وہ ہر بات میں حجت کرتے تھے، ہر بات میں حیلے بہانے کرتے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی، ایک طرف ان کی آزمائش تھی۔ اور ان کو بتایا تھا کہ حیل و حجت سے دین کے معاملے میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف اپنے اس بندے کو جس نے اس پر توکل کیا تھا اس کو انعام دینا تھا۔

اسی زمانے میں ایک نیک اور صالح شخص تھا۔ اس

Marfat.com

کا ایک چھوٹا بیٹا تھا اور بیوی تھی۔ اس نے ایک گائے پالی بہت ہی خوبصورت اور جب وہ مرنے لگا تو اس نے جا کر اس گائے کو جنگل میں چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ اے رب میں تیرے بھروسے پر اس گائے کو اس جنگل میں چھوڑ رہا ہوں۔ تا کہ ربوبیت سے اس کی پرورش ہوتی رہے اور جب میرا بیٹا بڑا ہو تو اسے گائے مل جائے اور اس کا گزارہ ہو جائے۔

جب وہ بیٹا بڑا ہوا تو اس کی ماں نے کہا کہ جاؤ فلاں جنگل میں وہاں تمہیں یہ گائے مل جائے گی۔ اس نے اس کی نشانیاں بتائیں اور کہا کہ جب وہ گائے مل جائے تو اس کو تم تین اشرفیوں میں بیچ دینا۔ لیکن سودا طے ہونے کے بعد تم مجھ سے پوچھ لینا۔

اب اس میں بڑے سبق ہیں کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والے اور توکل کرنے والے اور یتیموں مسکینوں کی میراث کی اللہ تعالیٰ کیسے حفاظت فرماتا ہے۔ توکل کرنے والوں کو کیسے انعام عطا فرماتا ہے۔ تو اس کے بعد یہ ہوا کہ جب وہ لڑکا وہاں گیا تو ایک شخص آیا۔ اس نے کہا کہ تم تین اشرفیوں کی بجائے مجھ سے چھ اشرفیاں لے لو۔ لیکن اپنی ماں سے

Marfat.com

نہ پوچھو۔ دراصل وہ فرشتہ تھا اور اس بچّے کی آزمائش کر رہا تھا۔ اس بچّے نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

جب وہ ماں کے پاس گیا تو ماں نے کہا کہ یقیناً یہ کوئی فرشتہ ہے جو تمہاری آزمائش کر رہا ہے۔ تم پھر جاؤ۔ دوسری دفعہ گیا تو اس نے کہا تم چھ اشرفیاں لو اور ماں سے مت پوچھو۔ پھر ماں نے کہا کہ یقیناً فرشتہ ہے جو تمہاری آزمائش کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس آزمائش میں پورا کرے گا۔

وہ دوبارہ گیا تو اس نے کہا کہ تم نیک بخت ہو کہ تم ماں کی اتنی اطاعت کرتے ہو۔ تم اس کو اب چھ کیا بارہ اشرفیوں میں بھی نہ بیچو۔ اور اس گائے کے خریدنے والے لوگ تمہارے پاس آئیں گے۔ اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر تمہارے پاس آئیں گے، اس گائے کو خریدنے کے لئے۔

اس وقت تم یہ شرط لگانا کہ اس کی قیمت یہ ہے، کہ آپ گائے کو ذبح کریں اور اس کی کھال کو سونے سے بھر دیں۔ کہاں تو ۳۔ اشرفیوں کی تھی۔

اس زمانے میں چند اشرفیوں میں گائے ملا کرتی

Marfat.com

تھی۔ تو انہوں نے شرط یہ لگائی کہ تمہارے پاس لوگ پہنچیں گے مگر تم بیچو نہیں۔ تو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی شان تھی کہ وہ اس میراث کی حفاظت فرماتا تھا جیسے سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو بھیج دیا کہ اس دیوار کو کھڑی کریں جو گر رہی تھی، جس کے نیچے یتیم بچّوں کا خزانہ دفن تھا اور ان کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ نیک اور اطاعت گزار تھا، وہ دیوار گر رہی تھی انہوں نے دیوار کو کھڑا کر دیا۔

مشہور واقعہ ہے سورۂ کہف کا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا کہ اس کے نیچے خزانہ چھپا ہوا ہے، کنزھما۔ بچّے یتیم ہیں ان کا باپ اطاعت گزار تھا، اللہ کا نیک بندہ تھا اور یہ خزانہ اس نے اپنے بچّوں کے لئے جمع کیا تھا۔ دیوار گر جاتی تو یہ خزانہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتا اور یتیموں کا حق نہ ملتا، تو اللہ تعالیٰ نے دو جگہ یتیموں کی امانت رکھنے والے اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حوالے اپنی چیزیں کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی میراث کو حق داروں تک پہنچاتا ہے۔

Marfat.com

اب یہ سارا قصہ ایک طرف تو بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور حیل و حجت کو ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی شان کو دکھاتا ہے کہ کس طرح سے اس کی میراث کی حفاظت فرمائی اور کس طرح اس کی ہزار گُنا قیمت دلوائی۔

اگر گائے ذبح کر دی ہوتی اور اگر کہنا مان لیا ہوتا نبی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ تو جب کہا تھا کہ گائے ذبح کر دو تو وہ کوئی بھی گائے ۳ دینار کی خرید کر ذبح کر سکتے تھے۔ لیکن حیل و حُجّت کر کے اپنے لئے مشکلات پیدا کرتے چلے گئے۔ انہوں نے کہا قال ادع لنا ربك ..... ما تؤمرون ٥ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ بلکہ کہا کہ قال انه يقول ہ یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام اور ہدایت کو اپنا کہہ کے پیش نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کے طور پر پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ وہ گائے ہے انها بقرة لا فارض ولا بكر ۔ نہ وہ بوڑھی اور نہ وہ بیاہی ہے عوان بين ذلك۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے۔ یعنی وہ درمیانی عمر کی ہے نہ بچّی

Marfat.com

نہ بوڑھی ہے۔

یہ بتانے کے بعد یہ بات ان کے لئے جائز تھی کہ وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب بھی تمہاری خیر ہے فافعلوا ما تؤمرون۔ امر کہتے ہیں حکم کو۔ فعل کرو عمل کرو، کہہ ڈالو جو کچھ تمہیں حکم دیا جارہا ہے، حکم کی تعمیل کر ڈالو۔ اب زیادہ سوال جواب نہ کرو۔ لیکن وہ قوم ایسی تھی جو اپنے نبی سے حجت پہ حجت کئے جارہی تھی۔

یہ ساری بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کے لئے ہے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ حیل و حجت کرتے ہیں۔ یہ آپ پر ایمان نہیں لائے، ایسا تو انہوں نے اپنے نبی سے بھی کیا، جو اُن کے محسن تھے۔

تو اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ آپ سے حجت کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں۔ ان کا حشر بیں وہی کروں گا جو پہلی قوموں کا کیا تھا، اگر یہ آپ کی نافرمانی کریں گے تو، فافعلوا ما تؤمرون ○ جاؤ تعمیلِ حکم کرو اللہ تعالیٰ کی۔

پھر بھی باز نہیں آئے اور کہا کہ قالوا ادع لنا ربك

Marfat.com

ایمان کی توقع رکھنا بیکار ہے "لقد کان فریق ... یعلمون" انہوں نے اللہ کا کلام سُنا اللہ کی نشانیاں دیکھیں اور اس کی آیات دیکھیں، اس کی فہم ان کو ہوئی اور اس کا علم ان کو ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ کے کلام، علم اور فہم ہونے کے باوجود بھی انہوں نے اپنے ذاتی دنیاوی مفاد کے لئے اس میں تحریف کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے محفوظ فرمائے جن اعمال پر بنی اسرائیل افتخار کرتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے علماءِ سُو کا ذکر کیا۔ دوسرا ذکر ان لوگوں کا کیا جو منافقین تھے "واذالقوالذین... تعقلون" فرمایا یہ وہ علماء تھے جنہوں نے توریت اور انجیل پڑھی ہوئی تھی۔ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر تھا ان کی نشانیاں تھیں وہ سمجھتے تھے کہ یہی وہ نبی آخر الزماں ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں، سید المرسلین ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھی وہ انکار کرتے تھے کہ نہیں ہم تو بنی اسرائیل ہیں، اولادِ یعقوب ہیں، پیغمبری تو ہمارے خاندان میں ہے، پیغمبری تو ہماری وراثت ہے۔ یہ بنی اسماعیل میں رسالت کہاں سے آگئی۔ اور ہمارے بزرگ تو ایسے صاحب کرامت اور صاحبانِ تصرّف ہیں کہ ہم

Marfat.com

علیہ السلام نے کہ میرا رب فرماتا ہے ۔ انہا بقرۃ صفراء
وہ گائے زرد رنگ کی ہے ۔سنہرے رنگ کی ہے، وہ
خوش رنگ ہے تسر الناظرین ہ وہ رنگ ایسا ہے
کہ دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہے، یعنی وہ خوش رنگ
ہے ۔ تو ایک شرط اور لگ گئی کہ وہ پیلے رنگ کی ہو
اور رنگ بھی ہلکا نہ ہو بلکہ خوبصورت لگتا ہو۔

اب انہوں نے ایک اور سوال کر دیا، آپ نے ہمیں
عمر بھی بتا دی، رنگ بھی بتا دیا لیکن ہمیں پتہ نہیں لگ
رہا کہ کس گائے کو ذبح کرنا ہے یعنی ایک حجّت اور کر
دی قالوادع لنا ربک یبین لنا ماھی ۔ اپنے رب
سے کہیں کہ ہمیں ایک اور وضاحت کر دے کہ اس کی
ماہیت کیسی ہو؟ کیسی بناوٹ ہو؟ ان البقر تشابہ
علینا ہ اس گائے کے متعلق ہمیں اب بھی کچھ شبہ ہے،
ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی اور گائے اٹھا لائیں، اس کے گوشت
کو ماریں اور وہ زندہ نہ ہو، تو ہمیں ذرا یہ بھی وضاحت
فرما دیں ۔ اور یہ بھی ان کو یقین دہانی تھی کہ ہم حکم عدولی کے
لئے ٹال مٹول نہیں کر رہے ہیں انشاء اللہ لمھتدون ہ
انشاء اللہ آپ ہمیں ہدایت یافتہ اور فرماں بردار پائیں

Marfat.com

گئے۔

تو اس سے ایک اصول یہ ہوا کہ اچھے کاموں کے لئے انشاء اللہ کہنا ضروری ہے۔ بُرے کاموں کے لئے انشاء اللہ کہیں تو وہ کفر ہے۔ اچھا کام اگر ہو بھی چُکا ہو تو اس کے لئے انشاء اللہ کہنا چاہیئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث فرمان یہی ہے کہ یہ اگر انشاء اللہ نہ کہتے تو ان سے یہ کام نہیں ہوسکتا، لیکن چونکہ انہوں نے اللہ کا واسطہ دیا لہٰذا اس قربانی میں وہ کامیاب ہوئے۔ باوجود ان تمام حیل وحُجّت کے۔

اب اللہ تعالیٰ کا ایک اور جواب آتا ہے، یعنی ایک اور وضاحت آگئی قال انه یقول۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب فرماتا ہے انها بقرة لا ذلول، یہ گائے مشقت میں نہیں ہے۔ ذلول کا مطلب یہ ہے کمی، جیسے ہم کہتے ہیں کمی۔ عربی میں اسے ذلول یا ذلت کہتے ہیں، جیسے بیگار کرنے والے لوگ۔

تو انها بقرة لا ذلول، یہ گائے جو ہے یہ بیگاری کرنے والی نہیں ہے، یہ کمی قسم کی گائے نہیں ہے۔ یہ بڑے پیار سے پالی ہوئی ہے۔ بعض لوگ قربانیوں کے

لئے جانور پالتے ہیں، ان کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور پھر ذبح کرتے ہیں۔ بعض لوگ کولہو میں جتا ہوا پرانا بیل خرید کر سات حصے کر لیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا یہ گائے ایسی ویسی نہیں ہے یعنی اپنے لئے اور ایک مشکل پیدا کر لی کہ ایسی گائے ڈھونڈیں جو کہ کام نہ کرتی ہو۔ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث ٥ وہ زمین کو ہل نہیں جوتتی ہو اور کھیتی کو پانی نہیں دیتی ہو، نہ وہ کوئی دوسرا کام کرتی ہو۔

دوسری بات کیا ہے؟ مسلمۃ یعنی بالکل تندرست، بے عیب ہو۔ اس میں کوئی داغ بھی نہیں ہو۔ جب اتنی تشریح و وضاحت ہوگئی تو انہوں نے کہا قالوا الآن جئت بالحق۔ انہوں نے کہا کہ اب صاف حق بات ہم تک پہنچ گئی۔ اب ہم سے غلطی نہیں ہوگی فذبحوھا پس انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا وما کادوا یفعلون ٥ حیل و حجت سے تو ایسا لگتا تھا کہ وہ ایسا کرنے والے نہیں ہیں، لیکن انہوں نے انشاءاللہ کہہ دیا تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے توفیق دی اور پھر اس تمام وضاحت کے بعد وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس گائے کی تلاش میں نکلے۔ یہاں تک کہ وہ اس بچّے کے پاس پہنچے، اور وہ گائے ہو بہو ان آیات کی تصویر تھی۔ وہی درمیانی عمر، وہی سنہرا رنگ، زرد رنگ اور اسی طرح بے داغ، اسی طرح سے بے مشقت اور آزاد اور باعزّت اور اس کو ذبح کیا، اور وہ آدمی زندہ ہوا اور اس نے قاتل کا پتہ لگایا۔

اب ان آیات سے کچھ تو میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ ان آیات کے کیا فوائد ہیں؟ کیا اصول مرتب ہوتے ہیں۔ ایک تو سب سے پہلی بات جو میں نے آپ کو بتائی تھی، وہ یہ کہ بزرگوں کے فرمان پر عقل و حجت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ حلال مقصد کے لئے جانور ذبح کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے کہنے پر دُنبہ ذبح کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا۔ اللہ تعالیٰ نے دُنبہ بھیج دیا فرشتوں کے ذریعے سے۔ اور اس میں ایک اور بات

Marfat.com

بھی ہے۔ حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم علیہ السلام کا کیا کردار تھا؟ کیا روّیہ تھا اللہ تعالیٰ کے معاملے میں؟

فرمایا کہ اے والدِ محترم! اگر آپ نے یہ خواب دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو آپ کوئی تردّد نہ فرمائیں، مجھے آپ راضی پائیں گے ذبح ہونے کے لئے اور آپ بسم اللہ کریں، ذبح کر دیں۔ تو ایک طرف تو راضی برضائے الٰہی کی تصویر ابراہیم علیہ السلام ہیں، جن کی اولاد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور ایک یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے بنی اسرائیل، جو نبی سے اتنی حجت کرتی ہے اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے حجت کر رہی ہے۔ اور جو رب کے ساتھ حجت کرے گا وہ پریشانیوں میں اور خسارے میں رہے گا۔

اگر انہوں نے فوراً ہی گائے ذبح کر دی ہوتی تو آسانی سے کم خرچ پہ اور اس کا تاوان پوری قوم پر نہ پڑتا۔ ایک گائے کے چمڑے کو پُر کرنے کے لئے پورا سونا جمع کرنا پڑا، تو پورے قبیلے کو اس کا تاوان دینا پڑا، اپنی دولت نکال کر اس میں بھرنا پڑا۔ ویسے وہ کوئی بھی گائے ذبح

Marfat.com

کرسکتے تھے۔

تو تیسری بات یہ ہے کہ شریعت میں خود پر اضافی پابندی نہیں لگانا چاہیئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمادیا تھا کہ گائے ذبح کردو۔ تو ذبح کردیتے گائے کو۔ یہ جو سوال وجواب کرتے رہے اور اپنے لئے زیادہ پابندیاں لیتے رہے۔ جتنی دفعہ سوال کیا اتنی دفعہ ایک نئی پابندی لگ گئی۔ تو بزرگوں سے زیادہ سوالات سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بزرگوں سے حجت کرتے ہیں۔ اس لئے تھوڑی سی احتیاط کریں، ورنہ اس سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے، وہ اپنے کسی بھی امر کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنے امر کو اپنے احکام کو تبدیل کرسکتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے آسان حکم دیا، ایک گائے ذبح کردو۔ لیکن وہ حیل وحجت کرنے لگے۔ اور اس میں وہ آگے ہی بڑھتے رہے، تو اس میں احکام تبدیل ہوتے رہے۔ اور تبدیلی یہ ہوئی کہ عام گائے سے خاص گائے تک بات پہنچی۔ جس کے منہ مانگے دام دینے

Marfat.com

پڑے ۔ جو اس کی اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ تھے ۔ اس کا بوجھ پوری قوم پر پڑا ۔

ایک اصول اور بھی اس سے اخذ ہوا کہ جو اپنے بال بچوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پرورش خاص فرماتا ہے ۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ رب العالمین اللہ تعالیٰ ہے ۔ اولاد کی پرورش کے لئے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ جو جائز اور حلال کوشش ہے وہ آپ ضرور کریں ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے کہ جب میرا بندہ رزق کی تلاش میں باہر نکلتا ہے ۔

یبتغون من فضل اللہ ۔ تلاش کرتے ہیں، اللہ کے فضل میں سے ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت پسند ہے ۔ لیکن وہ جائز کوشش کرنے کے بعد اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کے آ گئے ہیں، تو ان کی فکر لے کر نہ جائیں ۔ آپ رب کے پاس جا رہے ہیں تو رب کی فکر لے کر جائیں کہ دیدارِ الٰہی نصیب ہو گا کہ نہیں ہو گا ۔ ہم اس کے وفاداروں اور اطاعت گزاروں میں شامل ہوں گے کہ نہیں ۔ ہمارے ساتھ وہاں کیا

Marfat.com

سُلوک ہوگا، اس کی فکر کریں۔ جو بچھڑے ہوئے پسماندگان ہیں، ان کا رب تو اللہ ہے کیوں کہ وہ رب العالمین ہے۔

تو جو شخص اپنے بال بچّوں کو اللہ کے سپُرد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر خاص رحمت فرماتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنا مال اللہ تعالیٰ کی امانت میں دے دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس میں برکت دیتا ہے۔ جیسے اس یتیم بچّے کے لئے اس کے باپ نے گائے جنگل میں چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دی کہ جب میرا بچّہ بڑا ہو گا تو اس کو تُو پہنچا دینا تاکہ اُس کی گزر اوقات ہو۔ جیساکہ اس نیک اور اطاعت گزار خُدا ترس بندے نے خزانہ جمع کیا کہ میرے رب میں تیرے حوالے کرتا ہوں، بالغ ہونے پر میرے بچّے کو دے دینا۔

پھر ایک اور اصُول ملا، ماں باپ کی فرماں برداری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اگر اس نے ماں باپ کی فرمانبرداری نہ کی ہوتی یا ماں کی فرمانبرداری نہ کی ہوتی تو اس کو ٦ دینار ملتے۔ ماں کی فرمانبرداری کی تو اس گائے کے برابر سونا ملا۔ تو اللہ نے والدین کی اطاعت کا، والدین کی خدمت کا بہت بڑا صلہ رکھا ہے۔

Marfat.com

پھر ایک اصول اور ملتا ہے۔ کہ فضلِ ربّانی خیرات اور قربانی سے ملتا ہے۔ وہ پوری قوم اور قبیلہ ایک مشکل میں تھے۔ ان پر الزام تھا کہ اس نے قتلِ ناحق کیا ہے۔ وہ مشکل میں تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کیا گائے کی قربانی دے کر۔ تاکہ اس آفت اور مصیبت سے اُن کو نجات ملے۔

پھر ایک اور اصول ملا قربانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سوال و جواب سے جو گائے بتائی وہ انتہائی نفیس قسم کی تھی۔ جیسے ہمارے رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت میں ہے کہ قربانی کے جانور کا کان نہ کٹا ہوا ہو، دانت نہ ٹوٹا ہوا ہو، کہیں اور زخم نہ ہو، ٹانگ نہ ٹیڑھی ہو۔ اس سے یہ اصول ملا کہ راہِ خدا میں ہمیشہ نفیس مال دینا چاہیئے۔ یہ نہ ہو گھر میں جو سڑا ہوا کھانا ہو وہ دوسروں کو دے دو، اچھا اچھا تازہ تازہ خود کھا جاؤ، ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔

ایک اور بات یہ ملی کہ گائے کی قربانی افضل ہے اس لئے کہ کفّار اور باغی لوگ معصیت میں جو گرفتار ہوتے ہیں وہ تو گائے کی پرستش کرتے ہیں۔ جیسے ہندو

Marfat.com

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہلِ یہود۔ تو اس چیز کو قربان کرنا زیادہ فضیلت ہے جس سے وہ لوگ ایمان سے تہی دامن ہو چکے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں جب فرشتے مہمان آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گائے کا گوشت ان کو پیش کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین ہ یعنی اللہ کی پناہ مانگی اس بات سے کہ وہ جاہلوں میں شامل ہوں۔ یعنی بنی اسرائیل نے کہا کہ آپ کیا ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ تو مذاق سے کسی کو پریشان کرنا اور خاص طور پر اس موقع پر جب کوئی پریشانی ہو تو اس کو مزید پریشان کرنا مذاق کے ذریعے سے یہ جہالت کی نشانی ہے۔

ایک اصول یہ ہوا کہ پیغمبروں کا فرمان بے چون و چراں قبول کر لینا چاہیئے۔ یہ پہلا اصول جو تھا کہ حجت کرنے سے مصیبت اور مشکلیں آجاتی ہیں۔

اطیعواللہ واطیع الرسول اس میں کسی حیلے بہانے کی گنجائش نہیں ہے۔ پیغمبروں کا فرمان بے چون و

چیزاں قبول کر لینا چاہیئے۔ اور جیسے میں نے پہلے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی میراث کو محفوظ رکھتا ہے۔ یہ جو دوسری آیت نمبر ۶۹ ہے جس میں گائے کی ماہیئت کی بات تھی، تو اس میں بھی مفسرین نے اپنی تفسیروں میں بتایا کہ راہِ خدا میں بہترین چیزیں نذر کرو۔ اور خالص پیلا رنگ خوش طبع ہے اور غم کو دُور کرتا ہے۔

چاہیئے کہ بہت سارے کام اپنے رب پر چھوڑ دینا چاہیئے، اس پر توکل کر کے۔ رب میرا بھی پالنے والا ہے، اور سارے عالم کا پالنے والا ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔

اسی طرح عبد کی بھی تین شکلیں ہیں، تین ماہیتیں ہیں۔ ایک تو عبد مخلوق ہے، معبود نے پیدا کیا، تو یہ جو خالق و مخلوق کا رشتہ ہے، یہ ازلی و ابدی رشتہ ہے، یعنی ایک دفعہ پیدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے تعلق خلاقی سے باہر نہیں نکل سکتے۔ آپ انکار نہیں کر سکتے کہ رب آپ کا خالق ہے۔ دوسرا عبد کی ماہیت یہ ہے کہ وہ عابد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، لیکن عبادت صرف سجدہ کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ اپنی تمام تر اشغال اور تمام تر اشکال میں وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار ہوتا ہے۔

Marfat.com

چاہے وہ عبادت ہو، چاہے وہ اخلاق ہو، چاہے وہ معاملات ہوں، چاہے وہ معمولات ہوں۔ ہر ایک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہے۔ اسی سے وہ عابد ہوتا ہے۔ جب آپ اپنے خالق کی خلّاقی اور ربوبیت کا اعتراف کریں گے تو عبد اور مخلوق بنیں گے۔ جب عبادت میں استغراق کریں گے تو عابد بنیں گے۔

جب عبادت کے ساتھ عشق بھی ہو جائے گا تو خود سپردگی ہو جائے گی۔ راضی بہ رضا الٰہی ہو جائیں گے۔ اور اللہ اور اس کے پیاروں کی محبت میں مستغرق ہو جائیں گے تو پھر آپ متقی ہو جائیں گے اور فنا فی الذّات ہو جائیں گے۔ پھر اپنی ذات کو بھول جائیں گے۔ اس میں ایسے فنا ہو جائیں کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں کچھ اور ہوں تو کچھ اور ہے۔ میں تو ہوں ہی نہیں۔ میں تو نقطے سے بھی کم تھا۔ میں نے تیری ذات میں اپنے کو فنا کر دیا، اب میری کوئی ہستی نہیں، میرا کوئی وجود نہیں۔

میرے آقا اور مولیٰ حضرت شاہ افضل سرکار کے وصال کا وقت آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ حضور کیا وہاں آپ سے ہماری ملاقات ہو سکے گی؟ انہوں نے کہا ہاں اگر میرا کچھ

Marfat.com

باقی رہا اور میرا کوئی وجود رہا تو ہو جائے گی۔ اور اگر رب نے مجھے فنا فی اللہ کر دیا تو پھر تو مجھے ڈھونڈنا بڑا مشکل ہو گا پھر رب ہی کو دیکھتے رہو۔

یہ انہیں اتنی محبّت کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ جو آخری آیت تھی جس میں انہوں نے بتایا کہ وہ آزاد گائے تھی۔ جو کسی کام میں نہیں تھی۔ بلکہ اسے پیار سے پالا پوسا۔

۷۱ ویں آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس سے مفسرین نے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔ ایک تو قربانی کے لئے صحت مند اور بے عیب جانور لینا دوسرا ہر امید (ارادہ) پر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کہیں۔ اس میں عقیدے اور عمل دونوں کی اصلاح ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کبھی یہ کام نہ کر سکتے تھے۔ جب بھی کسی کام کی اُمید (ارادہ) ہو تو انشاء اللہ ضرور کہنا چاہیئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل جیسے بگڑے اور حجتی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی کہ اس کے فرمان کی اطاعت کر سکیں

Marfat.com

اس لئے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہمیں ہدایت یافتہ پائیں گے۔

اس سے ایک اصول یہ ہوا کہ رب کی اطاعت میں جلدی کرنی چاہیئے، حیل و حجت کر کے دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا، بیٹے سے کہا کہ تمہیں ذبح کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا بسم اللہ! آپ ہمیں صابر پائیں گے، راضی بہ رضا پائیں گے انہوں نے آلِ یعقوب کی طرح حیل و حجت نہ کی۔

ع بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

تو رب کی اطاعت میں دیر لگانا وبالِ جان بن جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے ؎

عاشقاں را چہ کار با تحقیق
ہر کجا نامِ اوست قربانیاں!

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ پر ہے کہ عاشقوں کو اس بات سے کیا سروکار ہے کہ وہ تحقیق کرتے رہیں بس جہاں رب کا نام آ گیا کہ اس کے لئے کرنا ہے، فی سبیل اللہ کرنا ہے، قربانیاں دینی

Marfat.com

ہیں، جب میرے رب کا نام آگیا ہے تو پھر تحقیق کی بات ہی نہیں ہے۔

ایک اور اصول اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بیان فرمایا ہے۔ کیا اصول ہوا کہ اگر آپ کا مال پکتا ہے، اچھا ہے تو آپ مارکیٹ کی سکت کے مطابق قیمت ڈیمانڈ کر سکتے ہیں۔ آپ عام مال کو قحط سالی یا کمی کے سالوں میں ذخیرہ نہیں کر سکتے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہے۔ لیکن اگر آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا کہ یہ عین جائز ہے کہ مارکیٹ سے وہ پرائز ڈیمانڈ کریں جو وہ دے سکتی ہو۔ آپ سے کہا گیا ہے کہ سیروفی الارض ط کام ہو تو جرمنی چلے جائیں۔

ہاں! اللہ تعالیٰ نے ایک شرط رکھی ہوئی ہے۔ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ قحط اور خشک سالی کے لئے مال روکنا منع ہے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ ایک آزاد مارکیٹ یا آزاد منڈی قائم کریں، یعنی اسلام میں اس کا تصور موجود ہے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ط

Marfat.com

پارہ ا۔ سورہ بقرہ
آیت نمبر ۷۰ تا ۷۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ
تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا
شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا
وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا
فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ
يُحْىِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ
ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ

Marfat.com

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ
اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ
مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَتَطْمَعُوْنَ
اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ
بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ : بولے اپنے رب سے دُعا کیجئے، کہ ہمارے لئے صاف بیان کردے وہ گائے کیسی ہے بے شک گایوں میں ہم کو شبہ پڑگیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پاجائیں گے۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر

اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا جو
تم چھپاتے تھے تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو
اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو، اللہ یونہی مُردے
جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ
کہیں تمہیں عقل ہو پھر اس کے بعد تمہارے
دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں
بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت اور پتھروں میں
تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں،
اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے
پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر
سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کوتکوں سے
بے خبر نہیں تو اے مُسلمانوں کیا تمہیں یہ طمع
ہے کہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان
میں تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سُنتے
پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کی ذات
پاک میں جلال کے تمام کمالات ہیں اور صرف جس کی

Marfat.com

طرف سے آئی ہوئی ہدایت حقیقی ہدایت ہے اور لاکھوں درود وسلام سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رُوحِ پاک پر کہ وہ ہادئ برحق اور قرآن مجسم ہیں وِہ قرآن جو نازل ہوا وہ مومنین اور متقین کے لئے ہدایت ہے۔ اور تقویٰ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت اور ان سے محبت کی جائے اور ان کا ادب کیا جائے۔ یہ ساری آیات ۱۷ سے ۷۵ تک جو میں نے تلاوت کی ہیں اس میں سورہ بقرہ کی ۱۷ ویں آیت کی تفسیر پچھلی نشست میں مَیں نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

یہ ساری آیات یعنی دوسرے اور تیسرے سے دسویں رکوع تک میں مسلسل گفتگو ہورہی ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بے ادبی کرتے ہیں، ان سے بغاوت کرتے ہیں، ان کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے اور جو پختہ ہوچکے ہیں اپنی بغاوت اور اپنے کفر میں۔

آیت نمبر ۷۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ قتلتم

.... فیهاؕ اور یاد کرو جب تم نے ایک جان مار ڈالی تھی۔ مارتے تو ہم جسم کو ہیں قتل کرتے تو جسم کو ہیں لیکن جسم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جسم میں توانائی کہاں سے آتی ہے؟ جان سے آتی ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جسم کو قتل کیا تو گویا رُوح کو قتل کر دیا، جان کو قتل کر دیا گویا زندگی کو قتل کر دیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یاد کرو کہ جب تم نے مار ڈالا تھا ایک شخص کو، پھر تم نے تہمت لگائی اس ظلم کو جو تم نے کیا تو اس کا الزام دوسروں پر ڈالتے رہے۔ تو فادرأتم کہ تم دوسروں پر دعویٰ کرتے رہے، دوسروں پر ڈالتے رہے، دوسروں پر تہمت لگاتے رہے

اب اس آیۂ مُبارکہ میں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر ہے۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں اور جو کچھ ہم کرتے ہیں، ان سب کو سُنتا ہے۔ ان سب کو دیکھتا ہے۔ ہر ایک سے چھپایا جاسکتا ہے۔ لیکن حقیقت اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپائی جاسکتی، وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، سُنتا ہے۔ مخلوق کو کوئی آدمی کچھ وقت

Marfat.com

کے لئے دھوکا دے سکتا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے تو پھر انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کسی دوسرے پر تہمت نہیں ڈالنا چاہیئے۔ حقیقت نہیں چھپانی چاہیئے اور اپنے اعمال کی ذمہ داری خود لینی چاہیئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فقلنا اضربوہ ببعضھا ضرب کہتے ہیں مارنے کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے نبی نے کیا ہے دراصل وہ میں نے کیا ہے۔ نبی کے فرمان کو اللہ کا فرمان سمجھو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ایک ٹکڑا اٹھاؤ ذبح کردہ گائے کا، اور مار دو اس مُردے پر ... کذالك .... موتٰی۔ اور اسی طرح سے اللہ جلائے گا مُردے کو ویریك ایتہ اور اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے۔ "یریٰ" کا مطلب ہے دکھانا۔ "رَبِّ اَرِنِیْ" اس کو دیکھا تم لوگوں نے بریکم ایتہ اس کی آیت کو اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے لعلکم تعقلون o شاید تم سمجھ جاؤ۔

تو اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا

Marfat.com

اعادہ فرمایا ہے۔ ایک تو یہ کہ دیکھو میرے نبی کا یہ معجزہ ہے کہ اس نے تم سے کہا کہ گائے ذبح کرو۔ گائے کا ٹکڑا مارو مُردے کو اور وہ زندہ ہو جائے گا معجزہ یہ تھا کہ کسی بھی گائے کے گوشت کا ٹکڑا مُردے پہ مارو تو مُردہ زندہ ہو جائے گا۔ تم اس میں حیل و حجت کے ذریعے اس کی خصوصیات کو زیادہ سے زیادہ پیچیدہ کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ صرف ایک گائے رہ گئی، پوری دنیا میں، جو اس کی پیش گوئی کو پورا کرتی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ و کفّار اللہ تعالیٰ کی اس شان کو نہیں مانتے تھے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہم کیسے اُٹھیں گے جب ہماری ہڈیاں تک گل جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو یہ میری شان ہے۔ میری قدرت کا ایک نمونہ ہے کہ ایک انسان مر چکا تھا تمہارے سامنے اور رب نے دکھایا کہ ایک لوتھڑے سے اللہ تعالیٰ نے مُردہ شخص کو زندہ کر دیا۔ جب وہ اس طریقے سے دُنیا میں ایک شخص کو زندہ کر سکتا ہے تو قیامت کے دن سارے

انسانوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔

تیسری بات جو پتہ چلی وہ یہ ہے کہ زندہ ہونا حساب کتاب کے لئے ہے۔ دوبارہ زندہ ہونے کا مقصد ہی حساب کتاب ہے۔ اس واقعہ نے بھی جو عامر بن عزیل کو زندہ کیا گیا، اس لئے کہ قاتل کا حساب کتاب ہو سکے مقتول اُٹھ جائے اور کہہ دے کہ اس شخص نے مجھے مارا ہے۔ پھر قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ دیکھو میری شان ! کہ میں کس طریقے سے زندہ کرتا ہوں مُردوں کو اور ہم تم کو اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں۔ اپنی قدرت دکھاتے ہیں تا کہ تم عقل سے کام لے سکو۔ عقل کا مطلب ہے روکنا، عقل کا مطلب ہوشیاری نہیں ہے۔ کہ جب آپ کو دلیل یا مشاہدہ مل جائے تو آپ غلط فیصلے سے اپنے کو روکیں۔

علم کسے کہتے ہیں ؟ عربی میں علم کا مطلب سائنس بھی ہوتا ہے۔ اور سائنس کسے کہتے ہیں ؟ تجربات کے ذریعے سے جو اصول مرتب ہوتے ہیں اور جو مرتب شدہ اصول مستقبل کے عوامل میں آپ کی رہنمائی کریں، اُسے

Marfat.com

سائنس کہتے ہیں۔ اس صلاحیت کو جو علم کی روشنی میں غلط فیصلوں سے روکیں، اس کو عقل کہتے ہیں۔ اور عقل کی انتہا ہدایت ہے، شعور کی انتہا ہدایت ہے۔ اور ہدایت وہی حقیقی روایت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت آجائے تو سراپا عقل ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مشاہدے کے بعد اس کی آواز اس کی نشانیاں، اس کی قدرتوں کے مشاہدے کے بعد اگر آپ غلط کاموں سے غلط فیصلوں سے بچ گئے ہیں تو حقیقی عقل کے مالک ہیں۔ اور اگر ان تمام چیزوں کے باوجود آپ غلط فیصلے کر رہے ہیں تو آپ عقل سے محروم ہیں۔ اس صلاحیت سے محروم ہیں جو کہ غلط فیصلوں سے انسان کو روکتی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کلام پاک میں یہ آرڈر کیوں تبدیل ہو گیا۔ یہ تفسیر کا ایک نقطہ ہے کہ پہلے قتل ہوا تھا۔ اور بعد میں جو گائے کا سوال اٹھا تو پہلے اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبیحے کا ذکر کیا، بعد میں قتل کی بات کی۔ نماز میں پہلے رکوع آتا ہے، بعد میں سجدہ آتا ہے لیکن نماز کے ارکین میں فضیلت کے لحاظ سے سجدہ

Marfat.com

زیادہ اہم ہے۔ جیساکہ کلام پاک میں کئی دفعہ آپ نے
پڑھا ہوگا کہ۔ والساجدین، والراکعین ٥ والسجدو
وارکعوا ٥ سجدہ کرو اور رکوع کرو۔ یہ جو ترتیب
آگے پیچھے ہوگئی ہے کیوں ؛ اس لئے کہ سجدہ کی اہمیت
وفضیلت زیادہ ہے۔ نماز میں سجدہ قلب نماز ہے سجدہ
میں انسان منتہائے عاجزی پہ ہوتا ہے۔ سر پیدائشی
اور فطری طور پر اُوپر اُٹھا ہوتا ہے۔ بلند ہوتا ہے، شانوں
کے اُوپر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جُھکنے اور
اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے
فضیلت دی۔

قربانی جو ہے وہ مشاہدے سے فضیلت رکھتی
ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے تو گائے کی قربانی بہت ہی
اہم تھی، ان کی اصلاح کے لئے۔ اس لئے کہ سامری اور
ان کے متبعین مقتدین نے سونے کے گائے کی بچھڑے
کی پرستش شروع کردی تھی۔ ان کی اصلاح کے لئے
اس کی اہمیت ضروری تھی۔ کہ تمہیں جو سب سے پسندیدہ
سب سے اچھی اور قیمتی گائے ملے، اس کو اللہ کی راہ
میں قربان کردو، یہ اچھی سے اچھی گائے، پیاری سے

Marfat.com

پیاری گائے۔ اس کی حیثیت یہی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں قربان کردی جائے۔ تو یہ قربانی اظہارِ معجزہ بنی اور توحید کی تصدیق تھی۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرنی ہے اور کسی کی نہیں کرنی۔ گائے کے بچھڑے عبادت کے لائق نہیں ہیں بلکہ ذبح کے لائق ہیں۔

سامری جو گائے کی پرستش کرتے تھے ان کی تقلید ہندوؤں نے کی۔ وہ پرستش کرتے ہیں، جو عام کفر ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کرنا عین عبادت ہے۔ اس کی اہمیت اس لئے بھی تھی کہ اپنے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے معجزات کو ان کی اُمّت کے اُوپر ظاہر کرنا تھا۔ سب کو اپنی شان دکھادی، اپنی آیات اور نشانیاں دکھا دیں، اپنی قدرت دکھادی اور مُردے کو زندہ فرمادیا اور حق کو ظاہر کردیا۔

تو یہ دراصل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی ہو رہی ہے کہ یہ جو ایمان آپ پر نہیں لاتے اور حیل وحجت کرتے ہیں۔ یہ تو ازل کے گمراہ ہیں انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہی کیا۔ اپنے لوگوں سے اپنے رشتے داروں کو قتل کیا۔ نبیوں کو قتل کیا، بہانے تراشے فتنے کئے۔ یہ دُنیا کی

حرص میں قابیل بن اسرائیل کے چچازاد بھائی نے بھی دولت کے لئے قتل کیا تھا اور فتنہ کیا تھا۔ یہ ان کی آل و اولاد جو فتنہ کر رہے ہیں وہ بھی صرف دولت کی محبت میں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منوّرہ میں ہجرت سے پہلے وہاں کی ریاست وہاں کا اقتدار یہودی سرداروں کے ہاتھ میں تھا۔ یہاں ایک اور نکتہ آپ کو بتادوں شانِ محبوبیت کا۔ جب کسی پہ تہمت لگی، تو پالنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ میں تو اللہ کا نبی ہوں۔ میں کسی کی نعوذ باللہ من ذالک اولاد نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا ہوں اور میری اپنی ماں نے مجھے جنم دیا۔

لیکن جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی، تو چونکہ وہ محبوب کی محبوبہ تھیں، اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ آیات نازل کردیں، ان کی برّیت کے لئے۔ خود اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود بہ نفسِ نفیس ان کی برّیت کی۔ یعنی ان کی برّیت کے لئے معاملہ گائے پر نہ چھوڑا، بچّوں پر نہ چھوڑا۔ غیروں پر نہ چھوڑا۔ میری شانِ کبریائی جو گرفتارِ عشقِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ میرے

Marfat.com

محبوب کی محبوبہ پر کوئی تہمت لگائے اور میں خاموش رہوں۔ اٹھارہ آیات سے یہ فضیلت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بخشی گئی۔

ایک قاتل کے حساب کے لئے ایک مُردہ کو زندہ کیا اسی طرح یوم دین میں قیامت کے دن سارے انسانوں کی بعد از حیات انسانی حساب وکتاب کے لئے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو زندہ کرے گا۔

اب ذرا ان دو آیات یعنی ۷۱ ،اور ۷۲ ویں سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں جنہیں تفسیر کی زبان میں فائدے کہتے ہیں۔ سب سے پہلا اصول تو ان آیات سے یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف عالم ہے بلکہ قادر بھی ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے، وہ دیکھتا ہے، سُنتا ہے۔ دل تک کی بات کو جان جاتا ہے۔ وہ بے بس نہیں ہے۔ وہ عاجزی سے عاجز ہے وہ قدوس ہے۔ قدوس کا مطلب ہے کہ وہ عاجزی سے عاجز ہے۔ وہ اپنی کسی قدرت میں عاجز نہیں ہے، سب کچھ کر سکتا ہے اور کر ڈالتا ہے کُنْ فَیَکُوْنَ، اس کی شان ہے۔ تو اللہ تعالیٰ قادر بھی ہے کہ اس حقیقت کو باہر ظاہر کر دے۔

واللہ مخرج ما کنتم تکتمون ٥ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا جو کچھ تم چھپاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ عالم و قادر ہے۔ ایک مُردہ گائے کے گوشت سے ایک مُردہ انسان کو زندہ کر دیا اور حق کو ظاہر کر دیا۔

دوسرا ایک اصول یہ ہوا کہ عالم غیب سے فیض لینے کے لئے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ تو اس سے کسب فیض کے لئے گائے کی قربانی دینی پڑی۔ آپ کسی عالم سے کسی سرچشمۂ فیض سے اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو قربانی دینی پڑے گی۔ اگر آپ کا دل مُردہ ہو گیا ہے تو اس کو زندہ کرنے کے لئے اپنے نفس کی قربانی کرنا پڑے گی۔ شریعت کی چھُری سے، حقیقت کی چھُری سے، مجاہدے اور عشق الٰہی کی چھُری سے۔ تو عالم الغیب سے فیض لینے کے لئے قربانیاں اور نیکیاں اور خیر چاہیئے۔

تیسرا اصول یہ ہوا کہ کبھی شریعت سے ماورا قید نہ لگائے۔ دین کو شریعت کی حُدود میں رکھیں۔ یہ جو حسابی کتابی وہابی لوگ ہیں، یہ سب ہم قافیہ ہیں۔ انہوں نے دین کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ انہوں نے

Marfat.com

وہ چیزیں جن پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی۔ مثلاً ایصالِ ثواب، عید میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا۔ شریعت میں یا کوئی حدیث ایسی نہیں ہے، جہاں اس پر پابندی ہو۔

کلامِ پاک کی آیت ایسی نہیں ہے، لیکن ان حسابی کتابی وہابی لوگوں نے اس پر پابندی لگادی۔ ایک اصول سورہ بقرہ میں اس گائے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے کیا کہ شریعت میں اپنی طرف سے پابندی لگانا تمہارے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے اور یہ خلافِ فطرتِ دین ہے۔

تو شریعت سے ماوراء قید اگر آپ لگائیں گے تو رب تعالیٰ بھی مزید سختیاں آپ پر نازل فرمائے گا۔ شریعت پر اپنی طرف سے اور زیادہ سختیاں لاگو کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیرہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دین کو اپنے اوپر سخت نہ بناؤ ورنہ یہ تم پر حاوی ہو جائے گا۔ ہم اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں درود وسلام بیٹھ کے پڑھ سکتے ہیں، کھڑے ہو کے نہیں پڑھ سکتے۔

ملتان میں دارالعلوم قاسمیہ جو ہے وہ مفتی محمود کے

Marfat.com

دیوبندی سلسلے کا چلا یا ہوا اسکول ہے۔ اس کے جو مہتمم تھے مولانا یاسین صاحب، جب کبھی مفتی محمود صاحب کو عمرہ و حج پر جانا ہوتا تھا تو وہ میرے پاس آتے تھے۔ اس زمانے میں اجازت میں دیتا تھا۔ ایک دن فرمانے لگے کہ قاضی صاحب مفتی صاحب آپ سے بہت محبت کرتے ہیں آپ بھی تو ان سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

میں نے کہا کہ نہیں تھوڑی سی تصحیح کی ضرورت ہے میں بطورِ عالم ان کا احترام کرتا ہوں لیکن مجھے ان سے کوئی عقیدت نہیں ہے۔ اس لئے کہ میرا اور ان کا مسلک جُدا جُدا ہے۔ کہنے لگے جی نہیں وہ بھی چشتیہ ہیں۔ میں نے کہا کہنے کو تو اشرف علی تھانوی صاحب بھی یہی فرماتے تھے وہ چشتیہ ہیں۔ لیکن ہر وہ کام کرنے سے گریز کرتے ہیں جو چشتیہ والے کرتے ہیں۔

اس پر کہنے لگے اچھا یہ بتائیں کہ آپ کھڑے ہو کر کیوں سلام پڑھتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ اس لئے پڑھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں جہاں وہابیوں کا نظام ہے وہاں کسی کو مواجہ شریف کے سامنے بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، سب کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں تو ہم تصور کرتے

Marfat.com

ہیں کہ ہم وہیں کھڑے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے کہ آپ یہاں کھڑے ہو کر تصور وہاں کا کر کے سلام پڑھ رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کی رُوح کو وہاں پہنچا دیتا ہے اور اس طرح آپ جسمانی طور پر یہاں کھڑے ہیں مگر رُوح آپ کی وہاں کھڑی ہوتی ہے۔

یہ بات ہو گئی تو اس کے بعد مولانا یاسین صاحب مفتی محمود کے ساتھ حج کرنے گئے۔ واپسی پر انہوں نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ لکھ رہا ہوں کہ جب بھی میں نے طواف کیا تو ایسا لگا کہ آپ میرے ساتھ ساتھ طواف کر رہے ہیں۔ اور جب میں میدان عرفات میں یعنی حج پر بیٹھا دعائے حزب الاعظم پڑھ رہا تھا تو آپ میرے ساتھ بیٹھے آمین کہہ رہے تھے۔ اور پھر جب وہ مجھے ملے تو میں نے انہیں کہا کہ میں تو بہت ہی گنہگار انسان ہوں اور آج تک کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا اہل ہو سکے، تو اس میں میری کوئی کاریگری نہیں ہے، یہ میرے رب کی شان ہے کہ اس نے لاج رکھی۔

میں نے جو دعویٰ کیا تھا کہ ہم اس لئے کھڑے ہوتے

Marfat.com

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی کرم فرماتا ہے تو ہماری رُوح کو وہاں کھڑا
کر دیتا ہے سلام کے لئے۔

آپ کو یہ دکھانا تھا کہ اہلسُنّت و جماعت کھڑے ہو کر کیوں سلام پڑھتے ہیں۔ جب وہ یہاں بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو ان کی رُوح وہاں تڑپ رہی ہوتی ہے۔ چونکہ رُوح کا کوئی جسم اور شکل نہیں ہوتی۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کو وہ رُوح کسی کو دکھانی ہوتی ہے تو اس کو جسمانی شکل میں وہاں پیش کر دیتا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میں نے قاضی صاحب کو وہاں دیکھا تھا۔ اللہ کے فضل سے ایک آدمی نہیں ایسے ہی بہت سے آدمیوں نے مختلف موقع پر اس گنہگار کو دیکھا ہے۔

میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی کریمی پہ آپ کا آپ کا عقیدہ ہونا چاہیئے، آپ کا ایمان مضبوط ہونا چاہیئے۔ کہ یہ عین اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے کہ میں یہاں کھڑا ہوا ہوں اور میرا سلام وہاں پہنچے۔ اور جب آپ استغراق اور محبت کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجیں گے تو اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ آپ کی باطنی حاضری وہاں پر کرا دے۔

بہرحال بات یہ تھی کہ جس چیز کو شریعت نے حرام نہیں کیا، اسے اپنی طرف سے حرام نہ کہیں۔ اور گستاخانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفوں میں شامل نہ ہوں۔ اس لئے کہ دین کی تحریف اور دین میں پابندیاں لگانا یہ گستاخی ہے۔ شریعت کے دینے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم لوحِ محفوظ سے قرآن کی صورت میں نازل فرمایا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ مجسم بنایا۔ لہٰذا جن چیزوں کو انہوں نے منع نہیں کیا وہ چیزیں دین کی روح کے منافی نہیں ہیں۔ ان سے منع کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

ایک اور اصول جو وضع ہوا وہ یہ کہ یتیم کے مال کی قدر کرو اور اس میں اضافہ کرو، رب بھی ان پر کرم فرماتا ہے۔ اس بارے میں ایک واقعہ سورۂ بقرۃ میں ہے اور دوسرا سورۂ کہف میں ہے کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ یتیم کے مال کی حفاظت فرماتا ہے۔ اور حفاظت کے ساتھ اسے یتیم تک پہنچاتا ہے۔ انسانوں کو یہ جو اللہ کے بندے ہیں وہ اس اصول کی پابندی کریں۔

ایک اور اصول ہے کہ اگر قاتل نے ظلم کے ساتھ کسی کو قتل کیا ہے تو وہ مقتول کی میراث سے محروم ہوگا۔ ایک اور

Marfat.com

اصول اس سے یہ ہو گیا کہ رب حق کو ظاہر فرماتا ہے۔ ایمان بھی ایک حق ہے۔ فکر بھی ایک حق ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے کان رب حمد و ثناء سے بھر دے۔

حضرت شاہ افضل سرکار علیہ الرحمتہ کے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی حمد و ثناء مخلوق سے پہنچائی۔ ہر شخص نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں، اللہ سے قریب ہیں۔ فنافی اللہ ہیں، صاحب کرامت ہیں۔ صاحب نظر ہیں، صاحب کشف ہیں۔ اور اپنی زندگی میں ان کے ایمان اور اپنے فکر کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں میں پہنچائی۔

ایک تو یہ ہے کہ رب حق کو ظاہر فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے فکر، اور آپ کے درجات کو بھی ظاہر فرماتا ہے۔ اور مخلوق کی زبان سے آپ کے کانوں تک دوبارہ پہنچاتا ہے۔ "زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو"۔

جب مخلوق کسی کو کہنا شروع کر دے گی کہ یہ اللہ کا پیارا ہے تو سمجھ لیں، کہ اللہ تعالیٰ آپ کے کانوں تک یہ بات پہنچا رہا ہے۔

Marfat.com

اگلی بات قیاس حق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض فرمایا کہ آدمی جو یہ دعویٰ کر رہا ہے اپنی معصومیت کا کیا یہ غلط ہے اور یہ لوگ جو فریاد کر رہے ہیں کہ ہم پر تہمت لگائی جا رہی ہے کیا وہ صحیح ہیں؟ اور اس قیاس کے تحت انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ان لوگوں سے کہیں کہ گائے ذبح کریں۔

آیت کی ایک عام تفسیر، ایک عالمانہ تفسیر ہوتی ہے اور ایک صوفیانہ تفسیر۔ چنانچہ اس آیت کی صوفیانہ تفسیر یہ ہے کہ دل اگر مُردہ ہو گیا ہے تو دل کی زندگی دوبارہ حاصل ہو سکتی ہے۔ جب آپ نفس کے گائے کو ذبح کریں۔ اگر آپ نے نفس کو ریاضت اور مجاہدے سے مارا تو اللہ تعالیٰ انوار مشاہدات سے مُردہ دل کو زندہ فرما دیتا ہے۔ راستہ آپ خود اختیار کریں۔ اگر ریاضت اور مجاہدات کرتے ہیں تو مشاہدہ اور انوار سے نوازے جائیں گے۔ اور اگر شریعت پر سختی سے پابندی کر کے کوئی شخص اپنے نفس کو مُردہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حقیقت اور معرفت سے زندہ کر دے گا۔ اگر آپ نے اللہ کے احکام

Marfat.com

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تحت نفسانی خواہشات کی تہذیب کی تو اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو قبول فرمائیں گے۔ اور آپ کے دل کو معرفت اور حقیقت سے زندہ فرمائیں گے۔

یہ جو نفس ہے اسے صدق سے ذبح کرو، جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یعنی ماسوا اللہ کے کسی سے کوئی محبت نہ رکھی۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے لوگوں سے کہا، اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو آپ سب کچھ اٹھا لائے۔ پوچھا اے ابو بکر تم نے کچھ چھوڑا گھر میں؟ تو عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ یہ صدق کی انتہا تھی۔ ماسوا اللہ کے کسی سے کوئی محبت کوئی سروکار نہیں تھا۔ تو جو شخص نفس کو صدق سے ذبح کرے اور قلب کو ذاکر کردے، تو جب قلب اللہ کے ذکر میں فنا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اس قلب کو زندہ فرما دے گا۔

اگر آپ فنا فی اللہ ہو گئے ہیں، تو بقا باللہ کی منزل ربِّ کریم اپنے انوار سے عطا فرما دے گا۔ بے شک رب

Marfat.com

کریم قلب کو بھی دیکھتا ہے، نیّتوں کو بھی دیکھتا ہے۔ آپ مخلوق سے ہاتھ چُموانے کے لئے یہ کام کرتے ہیں، یا رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ رب کریم نیّتوں کو دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آپ کس طرح سے نفس کو قتل کرنے اور قلب کو زندہ کرنے کے لئے کیا کوششیں کر رہے ہیں اور اسی کے حساب سے آپ کو انعامات عطا فرماتا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے؟ ثم قست قلوبکم من بعد ذالک۔ یہ اس وقت کا واقعہ تھا کہ جب ذرا تن آسانی ہوتی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام طوُر پر گئے، تو اسرائیلیوں نے بچھڑے کو خدا بنا لیا۔ قربانی کے لئے کہا تو حیل وحجت کرنے لگے، تہمتیں لگانے لگے۔ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یقین نہ ان کے معجزے پر یقین اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر یقین اور نہ اس کے سمیع وبصیر ہونے پر یقین۔ لیکن پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت یعنی صحبت صالح کا یہ اثر ہوتا تھا کہ وہ دوبارہ ایمان لاتے تھے، توبہ کرتے اور پھر غلطیاں کرتے تھے۔ پھر ایمان لاتے

Marfat.com

تھے، پھر توبہ کرتے تھے۔

لیکن آج ان کا کیا حال ہے؟ ثم قست قلوبکم تمہارے دل اس کے بعد سخت ہو گئے ہیں۔ اے بنی اسرائیلیو! "قست" کا مطلب ہے سخت ہونا۔ تو تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں من بعد ذلك اس کے بعد فھی کالحجارة جیسے کہ پتھّر کی طرح سے تمہارے قلوب مُردہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ وہ سخت ہو گئے ہیں او اشد قسوة یا ان سے بھی زیادہ سخت۔ تو تمہارا اب یہ حال ہو گیا ہے۔ کہ نہ صرف تمہارے دل مُردہ ہو گئے ہیں، بلکہ مُردہ ہو کر پتھّر بن گئے ہیں۔ بلکہ پتھّر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ پتھر میں سے پانی بھی نکل آتا ہے، لیکن تمہارے دلوں سے ایمان کی کرنیں نہیں پھُوٹتیں۔

وان من الحجارة لما یتفجر منه فجر کے وقت کیا ہوتا ہے؟ شفق سے سُورج طلوع ہوتا ہے۔ جب رات پھٹتی ہے، اس میں سے روشنی نکلتی ہے۔ تو اسی طریقے سے کچھ پتھّر بھی ایسے ہوتے ہیں جو پھٹتے ہیں اور ان میں سے پانی کی نہریں نکلتی ہیں وان من الحجارة لما یتفجر منها الانهارة اور پتھر بھی ایسے گئے گزرے نہیں ہوتے

جیسے کہ تمہارا مُردہ دل ہے۔ تو کچھ ایسے قلوب ہوتے ہیں جو پتھروں کی طرح سخت ہو جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی ایمان کی نہریں ان میں سے بہنا شروع ہو جاتی ہیں اور " ان منھا لما یشقق منہ الماء" اور کچھ ایسے بھی پتھر ہوتے ہیں جن میں تھوڑی سی دراڑ پڑتی ہے۔ بہت زیادہ وسیع دراڑ نہیں ہوتی جو نہریں نکلیں، بس تھوڑا تھوڑا پانی رستا رہتا ہے۔ ایمان ہلکا ہلکا اس میں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس میں سے چشمے پھوٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔

تو سخت دل ہوتے تو ہیں لیکن تم جیسے نہیں ہوتے۔ پتھر کھانے کے بعد بھی ان میں سے ایمان کی نہریں پھوٹتی ہیں، ان میں سے ایمان کے سوتے نکلتے ہیں وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ ہ یہ جو بے جان پتھر ہیں، ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی خشیت سے، اسی طرح پتھر دل انسان پر بھی کبھی کبھی خشیتِ الٰہی طاری ہوتی ہے اور وہ سجدے میں گر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وما اللہ بغافل عما تعملون ہ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے غافل نہیں ہے تمہاری سب حرکات کو، تمہاری دل کی سختی کو ہر چیز کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

جاتا ہے۔

تو اب قلب کا سختی کے ساتھ پتھر بن جانا انتہائی بدقسمتی ہے۔ لوہا بھی بہت سخت ہوتا ہے، لیکن جب ایمان کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے تو پگھل جاتا ہے۔ جب کسی نبی کا ہاتھ لگتا ہے تو وہ سخت ہو جاتا ہے۔ جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کا۔ تو اگر دل لوہے جیسا سخت ہو تو اسے کسی نبی کا ہاتھ لگے یا کسی نبی کے وارث کا ہاتھ لگے تو وہ دل نرم پڑ جائے گا۔ لیکن تم ایسے گئے گزرے ہو گئے کہ پتھر ہو گئے۔ پتھر کو تو آگ بھی نہیں جلاتی، وہ پتھر ہی رہے گا پگھلے گا نہیں۔ تم اصلاح کی حد سے گزر چکے ہو۔

اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف قلب ہو رہی ہے۔ کہ اے میرے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو شوق و ذوق سے تبلیغ کرتے ہیں، میں آپ کو تبلیغ سے نہیں منع کرتا، لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ رنجیدہ ہوں۔ یہ آیات میں نے آپ کی دلجوئی کے لئے نازل کیں۔ یہ تو ایسے گئے گزرے ہیں کہ پتھر کی طرح ہو گئے ہیں آپ انہیں بھٹی میں بھی ڈال دیں تو بھی یہ سخت کے سخت ہی رہیں گے۔ یہ تو اس پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں، جن

Marfat.com

میں سے نہریں پھوٹتی ہیں۔ جن میں سے چشمے پھوٹتے ہیں۔
اور آپ نے یاد کیا ہوگا کہ ایک وہ پتھر بھی تھا جس پر ضرب
کلیم پڑی۔ ید بیضا والے ہاتھ میں جب عصا اٹھایا اور
پتھر پر مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

تمہارے دل تو ایسے سخت ہیں کہ میرے محبوب
جیسا واعظ، مبلغ، جس پہ سینکڑوں ید بیضا قربان ہوں، وہ
بھی تمہارے دل پر اثر نہیں کرتے۔

اس سورہ کی جو دوسری آیت ہے۔ جس میں اللہ
تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے قلوب کو پتھر سے تشبیہ دی،
ہے، اس پتھر میں سے چشمے بھی نہیں نکل سکتے۔ اس
سے بھی کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ ۷۴ ویں آیت سے
یہ بات نکلی کہ پتھروں میں بھی احساس شعور ہے۔ ان پر
بھی توجہ جب پڑتی ہے تو ان پر بھی اثر ہوتا ہے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

Marfat.com

پارہ ۱ الٓمّٓ سورہ البقرہ
آیات ۷۲ تا ۷۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا ؕ وَاللّٰهُ
مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ
كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی ۙ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ
لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ
مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ
مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ

Marfat.com

بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ٥ وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلٰى
بَعْضٍ قَالُوْٓا أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥
أَوَلَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ ٥

ترجمہ: اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا جو تم چھپاتے تھے۔ تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یونہی مردے جلائے گا۔ اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ

Marfat.com

تمہارے کوتکتوں سے بے خبر نہیں۔ تو اے مسلمانوں! کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔ اور جب مسلمانوں سے ملیں توکہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں توکہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا، مسلمانوں سے بیان کئے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں، کیا تمہیں عقل نہیں کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۂ بقرہ کی ۷۲ ویں سے لے کر ۷۷ ویں آیت تک پانچ آیات کی تلاوت ان میں پہلی جو دو آیات ہیں ۷۲ اور ۷۳، اس کی تفسیر میں نے پچھلی محفل میں آپ کے سامنے پیش کی تھی۔ اس میں دو چیزوں کا ذکر تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ مردہ سے زندہ کر دیتا

Marfat.com

ہے۔ گائے کے لوتھڑے سے ایک انسان کو زندہ کر دیا۔ اس نے اس دنیا میں بنی اسرائیل کے سامنے یہ دکھا دیا، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے معجزے کے ذریعے کہ کس طرح قیامت کے دن لوگ اٹھیں گے اور اپنا حساب کتاب دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ یہ اس کی قدرت میں ہے۔ اور وہ قیامت سے پہلے دکھا سکتا ہے کہ جس کو خود ہی شعور نہیں ہے اللہ اور رسول کی محفل میں کبھی کبھار آنا چاہیئے۔

تو اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ میری عین قدرت میں ہے کہ میں جب چاہوں کسی مُردہ کو زندہ کر دُوں۔ اور اس سے حق بات کہلا دُوں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن کوئی جھوٹ اور کوئی فریب کام نہیں آئے گا۔ اس لئے ہاتھ کی اُنگلیاں اور ہاتھ پیر دونوں گواہی دیں گے، زبان گواہی دے گی کہ ہم نے کیا کہا، پاؤں گواہی دیں گے کہ ہم کہاں کہاں گئے۔ اللہ کے راستے میں نکلے یا بُرائی کی طرف نکلے۔ ہاتھ گواہی دیں گے کہ ہم نے نیک کام کئے یا بُرے کام کئے۔ آنکھیں گواہی دیں گی کہ ہم نے کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا۔ اس لئے اس دن کوئی مکر اور کوئی فریب کام نہیں آسکتا۔

اس کے ایک روحانی معنیٰ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس دل کو

Marfat.com

چاہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاان کی باطنی توجہ سے زندہ کردے۔ یہ عین ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ جب بھی چاہے حق کو ظاہر کردے۔ افلا نعقلون ہ اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے، وہ تمہیں دکھاتا ہے تاکہ تم کو عقل وفہم آئے اور دین کی سمجھ آئے۔

عقل کیا ہے؟ عقل کا مطلب ہے حد مقرر کرنا۔ تو ہدایت کی حدود میں رہنا ہی عقل کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے لعلکم نعقلون ہ تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم ہدایت کی حدود کے اندر رہو تاکہ میرے کلام اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے تمہاری راہنمائی ہو۔ اس لئے کہ وہ قرآن مجسم ہیں، وہ اسوۂ حسنہ ہیں۔ وہ خُلقِ عظیم ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہ اگر اسوۂ حسنہ کو چھوڑ دیا تو پھر کہاں کا دین کہاں کا اسلام۔

ثم قست.... قسوۃ ط یہ تو اس زمانے کا حال ہے۔ اور یہ عُلماءِ سُوء، جو بنی اسرائیل کے تھے، وہ اس کے بعد تو اور زیادہ سخت دل ہو گئے۔ بالکل پتھر کی طرح، یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ اگر کسی کا قلب پتھر کی طرح ہو جائے تو

اس کے باوجود بھی اگر اس پر نورانی توجہ ہو تو اس میں سے ایمان کے درجات پھوٹ پڑتے ہیں۔ اور کچھ لوگ تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ تو ایمان کی توجہ اگر مل جائے تو تین صورتیں ہوں گی۔ ایک تو ایسے ہو جائے کہ جن پر کسی قسم کی نورانی توجہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایک وہ ہوتے ہیں جن میں سے ہلکی شعاعیں نورِ ایمان کی نکلنی شروع ہوتی ہیں۔ ایمان کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ ان سے زیادہ خوش قسمت لوگ وہ ہیں جن کے قلب سے ایمان کے دریا بہہ نکلتے ہیں۔ اور کچھ ان سے بھی زیادہ خوش قسمت لوگ ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خشیتِ الٰہی سے سجدے میں گر جاتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ جو بنی اسرائیل والے ہیں، یہ جو علماء سُو ہیں، جنہوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کر لی ہے۔ صرف اپنی ذاتی جاہ و جلال کے لئے، دولت اور سرداری کے لئے۔ ایسے لوگوں سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے باغی تھے، اب تو بالکل ہی پتھر کی طرح ہو گئے ہیں۔ جن دلوں سے چشمے پھوٹ سکتے ہیں اور دریا بہہ سکتے ہیں۔ وہ بے جان ایک پتھر بن گئے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کہتا ہے: کیا تم اس کی طمع رکھتے ہو کہ یہ تم پر ایمان لائیں گے۔ جن پر نورانی ہدایت نے اثر نہیں کیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے نشانیاں دکھائیں اس کے باوجود وہ سخت دل اور پتھر ہو گئے، جنھوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے کئی نئے نئے معنی بتائے۔ کیا تم ایسے لوگوں کے متعلق سمجھتے ہو کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے، آپ کی دلیل اور برہان سے ان کے دل اتنے پتھر ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک طرح سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دل جوئی فرمارہا ہے کہ آپ جو مسلسل تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان بنی اسرائیل علماء سے توقع لگا رکھی ہے کہ آپ جو برہان اور دلیل دیتے ہیں، اس سے متاثر ہو کر کہ یہ آپ پر ایمان لائیں گے، یہ آپ کی توقع درست نہیں ہے۔

قلب پر نورانی توجہ اس وقت قائم ہوتی ہے جب رحمت الٰہی اس قلب پر وارد ہو۔ اگر رحمت الٰہی نہ ہو تو ایمان سے آدمی محروم ہو جاتا ہے اور ایمان کبھی اس تک پہنچتا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افتطمعون... کیا تم یہ توقع رکھتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ یہ لوگ تم پر ایمان لائیں۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں۔ ان میں سے

Marfat.com

ایک فریق تو ایسے تھے جو کہ اللہ کا کلام سُنتے تھے، اور پھر اس میں تحریف کرتے تھے۔ اس میں نئے نئے معنی لگاتے تھے۔ کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر شبہ کرتے تھے۔ جب انہوں نے کہا کہ تم اس گائے کو ذبح کر کے اس کا لوتھڑا ماردو اس بندے پر تو وہ بتادے گا کہ کون قاتل ہے۔ تو کہنے لگے کہ کیا آپ مذاق کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو نبی کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی قطعی پسند نہیں۔ تو یہ تو وہ لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں سے ایمان کی توقع رکھنا بے کار ہے۔" ویسمعون .... یعلمونؕ" انہوں نے قرآن پاک سُنا، اللہ کی نشانیاں دیکھیں، اس کی آیات دیکھیں اور اس کا علم ان کو ہوا تو اللہ کے کلام کے فہم اور علم ہونے کے باوجود بھی انہوں نے اپنے ذاتی دُنیاوی مفاد کے لئے اس میں تحریف کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے محفوظ فرمائے۔

جن اعمال پر بنی اسرائیل افتخار کرتے تھے۔ کہ وہ اللہ کے کلام کو جان بوجھ کر، دیکھ کر، سمجھ کر، اس کے عقل اور فہم رکھتے ہوئے اس کو تبدیل کرتے تھے صرف اس لئے کہ یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرنا چاہتے تھے، بغاوت اور معصیت کے حال میں رہنا چاہتے تھے یا کوئی ذاتی منفعت تھی۔ اس

Marfat.com

سے یا اس قربانی سے جس کا اللہ تعالیٰ ان سے مطالبہ کرتا تھا، وہ اس سے گریزاں تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ کہ ان علماءِ سُوء کا ذکر کیا کہ یہ جو علماءِ سُوء ہیں اپنا دین خود ہی بناتے رہتے ہیں۔ دوسرا ذکر ان لوگوں کا بھی کیا، منافقین کا۔ واذا لقوالذین.... تعقلون۔ یہ وہ علماء تھے جنہوں نے توریت اور انجیل پڑھی ہی نہیں تھی۔ جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا ذکر تھا۔ ان کی نشانیاں تھیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ وہی نبیٔ آخرالزماں ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، سید المرسلین ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور وہ انکار کرتے تھے کہ نہیں ہم تو بنی اسرائیل ہیں، بنی یعقوب ہیں، پیغمبری تو ہمارے خاندان میں ہے، پیغمبری تو ہماری وراثت ہے۔ یہ بنی اسماعیل میں رسالت کہاں سے آگئی۔ اور ہمارے بزرگ تو ایسے صاحب کرامت اور صاحبانِ تصرف ہیں ہم غلطیاں اور گناہ بھی کریں گے، ہم بغاوت بھی کریں گے تو بھی وہ ہم کو چھڑا لیں گے۔ اور ہماری باز پرس نہیں ہوگی۔

تو وہ کہتے ہیں کہ بعض ایسے تھے جو جانتے تھے کچھ علماء تو بالکل ہی خلاف تھے کہ آپ نبی برحق ہیں تو ہم ان پر ایمان

Marfat.com

لاتے ہیں۔ تو یہ عُلماءِ سُوء ہیں، ایک دوسرے سے خلوت اور تنہائی میں ملتے تھے تو کہتے واذالقوالذین امنو۔ جب وہ مومنین سے ملتے تو کہتے تھے قالوا امنا۔ ہم ایمان لائے، یہی ہیں وہ خاتم النبین جن کی بشارت ہماری توریت انجیل میں دی گئی تھی۔ لیکن جب تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے تھے تو کیا کہتے تھے یہ منافق؟ قالوا اتحد ثونھم۔ تم نے وہ بات ان سے کیوں کہہ دی؟ بما فتح اللہ علیکم۔ جو بات اللہ تعالیٰ نے تم پر واضح کردی اور تمہاری سمجھ میں آگئی۔ تو یہی وہ نبی ہیں جن پر ایمان لانا چاہیئے تھا۔ تم نے ان سے وہ بات کیوں کہہ دی، ہمارا تو سارا کاروبار ٹھپ ہوجائے گا۔

واذا خلا بعضھم علیٰ بعض ط قالوا اتحد ثونھم ہ بما فتح اللہ علیکم۔ جب ایک دوسرے سے الگ ہوتے تھے تو اس کی سرزنش کرتے تھے کہ کیوں تم نے ان سے تکرار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے تم پر واضح کردیا ہے کہ یہی نبی آخرالزماں ہیں۔ اس لئے حاجوکم بہ عند ربکم افلا تعقلون ہ

قیامت کے دن یہ مومنین تم سے حجت کریں گے اپنے رب کے سامنے کہ اے ہمارے رب ہم نے آپ کا پیغام ان

Marfat.com

تک پہنچا دیا تھا۔ ہم نے ان کو بتا دیا تھا کہ یہی نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہی خدا کی ہدایت ہیں۔ ان پر ایمان لاؤ، اللہ کے ایمان کے ساتھ۔ اور یوم الآخر کے ایمان کے ساتھ۔ اور یہ مان بھی گئے تھے کہ ہاں یہ کتاب میں لکھا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔

اب ان کے پاس کیا عذر رہ گیا۔ اب یہ کہتے ہیں کہ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔ تم جو جا کر مومنین کے سامنے اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمارے دلوں پر واضح کر دیا تھا کہ یہی نبی آخر الزماں ہیں ان پر ایمان لانا ہے۔ تو جب قیامت کے دن یہ مومنین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے تو یہ تو حجت کریں گے کہ اے ہمارے رب آپ کا پیغام ہم نے پہنچا دیا تھا۔ اس کے باوجود بھی یہ دنیاوی فائدوں کے لئے، سرداری کے لئے، شہرت کے لئے، دولت کے لئے منفعت کے لئے انہوں نے اپنی ٹولی الگ بنالی اور گمراہ ہو گئے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں زانوئے ادب تہ نہ کیا اور ان پر ایمان نہ لائے۔ ان کی رسالت پر، ان کی محبوبیت پر ان کے اخلاقِ حسنہ پر، ان کے خُلقِ عظیم پر۔

اس طرح کے علماء سُو اور مُنافقین کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ

سب کچھ جانتا ہے جس کو وہ چھپا رہے ہوتے ہیں، جن حقیقتوں کو وہ چھپاتے ہیں اپنے جن عیوب اور بغض وعناد پر بے ایمانی کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تو جاننے والا ہے۔ وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دھوکہ نہیں دے سکتے، اس لئے کہ وہ نبی ہیں۔ نبی کا لفظ انباء سے ہے۔ تو نبی کا مطلب ہے خبر رکھنے والا۔

انہوں نے اس طرح کی منافقت کی، مومنین کے سامنے آ کر ایمان لائے اور پیٹھ پیچھے اپنی ٹولی میں جب بیٹھے تو ایک دوسرے کی سرزنش کی کہ تم کیوں ایمان لائے اور کیوں ان کے ساتھ بیٹھے، کیوں تم نے ان کے سامنے حق بات کا اقرار کیا، تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے اور میرے نبی کو نہیں پتہ۔ میں تو حاضر اور ناظر ہوں، میں تو سمیع وبصیر ہوں۔ اور میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیتا ہوں تم جو کچھ حرکتیں کرتے ہو ان کے ساتھ، ان کو اللہ تعالیٰ فوراً بتا دیتا ہے، تو تم ان کو دھوکے میں نہیں رکھ سکتے۔

اولا یعلمون اللہ ان اللہ .... یعلمون ٥

تو اب دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہو گیا جو ایمان سے گریزاں

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ اور جب فیصلے صحیح ہوتے ہیں تو اعمال صحیح ہوتے ہیں جب اعمال صحیح ہوتے ہیں تو آخرت صحیح ہوتی ہے۔ اُمّی کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ایک تو جس کی پرورش ماں کے تحت ہوتی ہے اور دوسرا اپنے باپ کے تحت۔ اگر باپ سے محروم رہا تو پھر دنیاوی تجربہ سے علم حاصل کرتا ہے۔

اُمّی کو سب سے زیادہ عالم بنانے والی کیا چیز ہے؟
علمِ لُدنّی، علمِ رُوحانی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، ان پر لاکھوں درود وسلام، وہ اُمّی تھے لیکن علم میں تمام انبیاء اور انسانوں سے بڑھ کر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کسی کے پاس سب سے زیادہ علم ہے، تو وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔ اسی لئے قرآن کے بعد اگر کسی چیز کی سب سے زیادہ اہمیّت ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث کی، ان کی سیرت کی، ان کے اسوۂ کی ان کے خُلقِ عظیم کی، ان کی عبادات کی، ان کے معاملات

تو کچھ لوگ ایسے ہیں جو بالکل اُمّی ہیں، جاہل ہیں

Marfat.com

تھے۔ایک تو علماءِ سُو، جو کہ اپنی دُنیاوی منفعت کے لئے ایمان سے گریزاں تھے۔ دوسرے منافقین جو مسلمانوں کے اندر، مومنین کے اندر تو کچھ اور، اپنے گروہ میں کچھ اور۔

اب تیسرے لوگوں کا ذکر ہے۔ ومنهم اميون.... .... يظنون ○ ان میں سے کچھ جاہل بھی ہیں۔ اُمّی کا مطلب ہے کہ ویسا ہی جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اسے کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس کے پاس جبّلت ہوتی ہے۔ وہ فیصلہ کرتا ہے لیکن تعلیم اور تجربے سے، اس میں وہ اپنے حواسِ خمسہ سے اپنے فیصلوں میں راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ پھر اس کے قلب میں اگر ایمان آگیا تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے وہ اپنے فیصلوں کا تعیّن کرتا ہے، اسی لئے ہدایت جو ہے وہ شعور کی معراج ہے۔

نہ جبلّت، نہ عقل نہ علم، اس لئے کہ علم تو شیطان کے پاس بھی بہت تھا۔ تو نہ جبلّت، نہ عقل نہ علم۔

ہدایت کی معراج شعور ہے، وہ جس کے تمام فیصلے ہدایت کی تحدید کے اندر ہوں۔ ہدایت کی ڈائریکشن کی لِمٹ کے اندر ہوں۔ ان کے فیصلے اللہ کی نظر میں صحیح

Marfat.com

اور اپنی جہالت کی وجہ سے "لا یعلمون الکتاب" وہ کتاب کو نہیں جانتے، کتاب الٰہی اور احکام الٰہی کو سمجھتے نہیں۔

"الّا امانیّ" صرف جو اپنے دل میں خیال کرلیں، آرزوئیں جو بنالیں "وان ھم الا یظنّون" اور وہ آرزوئیں، وہ تمنّائیں، وہ خیالات، وہ من گھڑت عقیدے جن کے ذریعے سے وہ سمجھتے ہیں ان کے پاس ایمان ہے اور دوسروں کے پاس نہیں ہے، لیکن ان کا خیال درست نہیں ہے۔

اب یہاں پر ایک نکتہ آپ کو بتانا بہت ضروری ہے۔ بہت سے حسابی کتابی علماء جو ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ آیت صریحاً بنی اسرائیل کے لوگوں کے لئے اُتری ہے وہ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ قرآن کو بغیر سمجھے ہوئے جانتے نہیں ہیں۔ تو بہت سے مسلمان بھی جو بغیر سمجھے ہوئے پڑھتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ہماری تشریح صحیح ہے دوسروں کی غلط ہے، یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اس لئے کہ سورہ بقرۃ کی یہ آیات جو ہیں، ابھی تک اللہ تعالیٰ منافقین اور بنی اسرائیل کا ذکر کر رہا ہے۔ اور سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی کوئی صحابی ایسا نہیں تھا جو عربی کو نہ جانتا ہو اور قرآن کی زبان کو نہ سمجھتا ہو۔ تو اس وجہ سے یہ الزام مسلمانوں پر لگا ہوا ہے۔ وہ اب اپنے عقیدے کو جائز کرنے کے لئے یہ الزام لگاتے ہیں، ان لوگوں پر جو کہ مقلّدین ہیں جو کہ ائمہ اربعین اور اسلام کے مجتہدین کے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ تو ان کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ یہ ان مسلمانوں کے لئے ہے، یہ غلط بات ہے۔

یہی لوگ یہ حرکت کرتے ہیں کہ جو آیات منافقین اور بنی اسرائیل کے لئے اُتری ہیں، وہ مہربانی یہ کرتے ہیں، مسلمانوں پر چپکا کر ان کو مشرک، کافر اور پتہ نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔ تو ومنهم لا يعلمون الكتاب الا امانی وان هم الا يظنون ٥

تو اب تیسرا طبقہ بنی اسرائیل کا یہ نکلا کہ جو کتاب کو سمجھتے ہیں لیکن کہی سُنی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی ایمان ہے۔ بہرحال وہ ایمان نہیں ہے، وہ گمراہی میں ہیں۔

بنی اسرائیل میں اور نصاریٰ میں ہر ایک کے لئے دین کا سمجھنا لازم نہیں تھا۔ وہاں علماء سے، پادریوں سے

Marfat.com

وہ دین سمجھتے تھے۔ انہوں نے انہیں سے سیکھا تھا۔ ہمارے ہاں ایسی بات نہیں ہے۔ ہمارے ہاں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ دین کو سیکھے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کلام اللہ کو سمجھے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان رکھے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ دین کو سمجھ کر آگے اپنے بچوں اور دوستوں اور احباب تک پہنچائے۔

اے عزیزانِ محترم!

ان آیات سے کچھ اصول بھی وضع کئے جاسکتے ہیں۔ جنہیں تکنیکی کی زبان میں خواص کہتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ طمع جو ہے شیطانی بھی ہوسکتی ہے اور رحمانی بھی ہوسکتی ہے۔ جب مسلمان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات کی طمع رکھتے تھے کہ یہود و نصاریٰ یا ان کے علماء ہمارے دین میں آجائیں، تو یہ طمع رحمانی تھی۔ اسی طرح سے حرص جو ہے وہ ایمانی بھی ہوسکتی ہے اور نفسانی بھی ہوسکتی ہے۔ مال کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، عورت کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ تو یہ نفسانی حرص ہے اور کسی کی بھلائی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ پھر پریشان ہو رہے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ حرص

Marfat.com

ایمانی ہے۔ جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں دی ہے۔

"حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بھلائی کے لئے حریص ہیں۔ ان کو طمع ہے اس بات کی، حرص ہے اس بات کی کہ تمہارا بھلا ہو، تمہاری بہتری ہو تمہاری فلاح ہو۔

ایک اصول یہ وضع ہوا کہ ضدی عالم یعنی وہ عالم جو کج بحثی کرے، وہ صرف ایک تشریح کر دے گا، باقی کہہ دے گا تم سب غلط ہو اور میری تشریح صحیح ہے جو کہ سند ہے۔ تو ضدی عالم سے منصف جاہل بدرجہا بہتر ہے۔ انصاف کرنے والا اور حق کو تسلیم کرنے والا جاہل اس ضدی عالم سے بدرجہا بہتر ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم اور ایمان کی روشنی سے نواز دے۔ پھر اس وقت اس کا باطنی علم، اس کا ظاہری علم، اس کے ایمان کو اور زیادہ روشن اور جلا دے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے کلام کو سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام پر اپنی دسترس بھی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا علم بھی رکھتے ہیں، اس کے باوجود

Marfat.com

بھی وہ دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ اگر رحمتِ الٰہی شامل نہ ہو تو علم اور معرفت کے باوجود ایمان ممکن نہیں۔ ایمان کے اعلان کے لئے رحمتِ الٰہی ضروری ہے۔ اسی لئے مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور طمع کا رشتہ رکھیں، اس بات کا خوف کہ کہیں ہمارا رب ہماری خطاؤں اور معصیتوں کی وجہ سے ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اس بات کی طمع کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت رکھے اور ہمارے گناہوں کو معاف کرتا رہے۔ اگر اس کی رحمت شاملِ حال ہو گی تو خطاؤں کے باوجود معافیاں ملتی رہیں گی۔ ایمان قائم رہے گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ دین کو بدل دینا، اس میں بدعتِ سیئہ ملا دینا، یہ تحریف ہے۔ یہ انہوں نے اپنی طرف سے نئے نئے رسم و رواج شامل کئے جس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس سے انہوں نے دین میں تحریف کی۔

یہ بات اللہ تعالیٰ نے واضح کر دی ایک اُمّت کے بعد دوسری اُمّت کو، ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کو، کہ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور ان کی

شریعت آخری شریعت ہو گی، وہ حتمی شریعت ہو گی۔ اور اللہ کا دین جو حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک چلا آرہا تھا اس کی تکمیل ہو جائے گی۔

یہ جو دوسری آیت تھی کہ کچھ لوگ ایمان لاتے تھے، سمجھ رکھتے تھے، اس میں اشارہ یہودی علماء کے لئے تھا۔ جو کہ صحابۂ کرام سے آکر ملا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے ہیں اور در پردہ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ یہ جو آیت تھی کہ تم کیوں ان کے سامنے اقرار کرتے ہو کہ ہماری کتاب میں واضح ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا۔

یہ جو آیتِ مبارکہ ہے کہ فاذ اخلا بعضھم ..... نعقلون ہ اس کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ انہوں نے یہ کہا کہ تمہاری کتاب میں جو کچھ ہے اللہ کا کلام وہ تم نے جان کر ان کو بتا دیا۔ اب مسلمانوں کو علم ہو گیا۔ اب قیامت کے دن ہم سے مناظرہ ہو گا۔ اور وہ ہمیں قائل کر دیں گے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کہ ان کو حق کا پتہ تھا، اس کے باوجود بھی انہوں نے نافرمانی کی۔ ہم نے اپنا دین ان کو پہنچا دیا۔

تو اس سے ایک اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کی خاطر

Marfat.com

مناظرہ جائز ہے۔ دوسرے کے دین کی خبر رکھنا، دوسروں کے مسلک کی خبر رکھنا، تاکہ اپنے علم اور ایمان کی بناء پر اور دوسروں کے علم و ایمان کی بناء پر آپ ان کو قائل کر سکیں کہ وہ غلطی پر ہیں، تو یہ کتابی خبر رکھنا اور جواب دینا سُنّتِ انبیاء ہے۔

دوسرا اصول یہ معلوم ہوا کہ دنیاوی طمع اور عزّت و آبرو دین کو برباد کر دیتی ہے۔ عزت و آبرو کی حرص اور دُنیا کے فوائد کی حرص جو ہے وہ دین کو برباد کر دیتی ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت ساری محبت پر فوقیّت نہ رکھتی ہو۔ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب محبتوں پر فائق نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل ان کنتم .... ذنوبکم۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، جس طرح سے میں نے دینِ اسلام کو پیش کیا ہے، جس میں اسلام کا ظاہری ڈھانچہ نہیں ہے اس میں روحانیت ہے، ہمارے دین میں اور دوسروں کے دینوں میں فرق یہ ہے کہ شریعت

کے ساتھ روحانیت ہے۔ جب تک دین میں روحانیّت باقی نہیں ہوگی، اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے شرط لگائی اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور اپنے دعوے میں سچّے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہو، اس کی اطاعت کرتے ہو، اسی پر ایمان رکھتے ہو، تو پھر کہہ دو ان دعویداروں سے کہ میری اتباع کرو۔ جیسے میں نے تمہیں دین سکھایا ہے اس طرح سے دین اختیار کرو، تم ایسا کرو گے تب اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنا شروع کر دے گا تمہاری تمنّا تھی کہ تم حبیب بنو، محب بنو، میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے تو میں تمہیں محبوب بنالوں گا۔

قل ان کنتم .... یغفر لکم ذنوبکم۔ اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ تمہاری باطنی صفائی بھی ہوگئی، پاکیزگی بھی ہوگئی اور محبوبیت بھی حاصل ہوگئی۔ تو باطنی و روحانی پاکیزگی میں محبوبیت کا کیا نسخہ ہے؟ وہ نسخۂ کیمیاء ہے اطاعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو دنیاوی عزت دین کو برباد کر دیتی ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ آپ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ویسا سلوک

Marfat.com

نہ کرو جیسے یہودی کیا کرتے تھے۔ وہ کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صفات کا انکار کرتے تھے۔ اگرچہ ان کا علم ان تک پہنچ چکا تھا۔

تو اگر ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت اور ان کی صفات کا اقرار نہیں کیا، ان پر ایمان نہ لائے اور اس پر عمل نہیں کیا تو ہمارے طریقے میں اور یہود کے طریقے میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔

کتاب آپ دو طریقے سے پڑھتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ کہ پڑھ کر، علم اور عقل حاصل کر لینے کے بعد آپ غلط دعوے کریں، عملاً اس سے انکار کریں۔ صرف حرص اور طمع کے لئے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا ذریعہ سمجھیں۔ تقویٰ اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ تو پھر آپ ان مفلحون میں سے ہو جائیں گے۔ اگر تقویٰ اور اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت آپ کو نصیب ہو گی اور اولئك هم المفلحون کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے۔

Marfat.com

لیکن اگر آپ بُری نیّت سے قرآن پاک کو پڑھیں گے اور اس میں سے وہ آیتیں ڈھونڈھیں گے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات اور ان کی ذات وصفات کو کم کرنے کی کوشش کریں گے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم اور ان کے عمل کو شایانِ شان درجہ نہیں دیں گے، تو پھر اس نیّت سے کتاب پڑھنا قطعاً حرام ہے، کفر ہے۔

پانچواں اصول یہ ہوا کہ کسی میں یہ استطاعت نہیں کہ کوئی اپنا راز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپائے، وہ قطعی چھپا نہیں سکتا، ان کے ساتھ کوئی منافقت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو باخبر کر دیتا ہے۔ تو جو کچھ یہودی کرتے تھے اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے ان کو بتا دیتا تھا۔ حدیثِ قدسی کے ذریعے بتا دیتا تھا۔

چھٹا اصول اس سے یہ ہوا کہ آپ منافقوں کی طرح نہ کریں کہ ایمان تو ہے لیکن دنیا کی حرص وطمع کے لئے اپنے ایمان کو چھپا رہے ہیں۔ اس خوف سے کہ اگر میں نے بات مان لی کہ واقعی اس میں کوئی شبہ ہے جو ہمیں بتائی جا رہی ہے تو میرا امیر مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ یہ مسلمانوں کا

Marfat.com

شیوہ نہیں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو ایمان نصیب فرمادے تو اس ایمان کا اظہار علی الاعلان کرے۔ ایمان فرض ہے مسلمانوں پر۔ صرف زبان سے کہنا نہیں، عمل سے ظاہر کرنا، دل میں یقین رکھنا ہوتا ہے، تو مسلمانوں پر ایمان ظاہر کرنا ضروری ہے۔

ساتویں بات یہ ہے کہ جن کے دل نرم ہوتے ہیں ان میں ایمان بآسانی داخل ہوتا ہے اور توجہ دینے پر وہ اثر قبول کر لیتے ہیں۔ جیسے ہمارے آقا قطب العالم شاہ افضل سرکار کہ ان کی جس پر نظر پڑ گئی وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

تو انہوں نے توجہ دی وہ ٹس سے مس نہیں ہوا اس نے کہا میں نے دیکھ لیا آپ اتنے ڈرے ہوئے ہیں کہ مجھے ہلا ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا اچھا وہ پتھر اٹھا لاؤ، وہ پتھر اٹھا لایا، آپ نے اس پر توجہ فرمائی وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ دیکھ میری توجہ میں کوئی کمی نہیں، میں نے اس پتھر پر توجہ دی یہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پتھر نے حرام رزق نہیں کھایا۔ اس نے سود نہیں کھایا تھا، اس نے بنی اسرائیل کی اتباع

Marfat.com

نہیں کی تھی۔ اس پر توجہ اثر کر گئی۔ تم نے اپنے دل کو اس سے بھی زیادہ سخت کر لیا، اس وجہ سے تمہارے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اُحد مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اُحد سے محبت کرتا ہوں۔ یہاں آپ دیکھیں گے کہ ایک پتھر اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جذبات کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شان اور قدرت سے پتھروں میں بھی احساس اور شعور پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم میں دین کا احساس و شعور نہیں پیدا ہو سکا تو سمجھیں کہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے ہم اس پتھر سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ اس طرح سے یہ بھی پتہ چلا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کی تین قسمیں بتائیں یعنی ایک وہ پتھر جو بالکل بے جان ہو چکا اور جس میں کوئی صلاحیت نہیں ہے فیض کو جذب کرنے کی۔ اور ایک وہ پتھر ہے جو پھوٹ پڑتا ہے اور اس سے ایمان کی نہریں بہہ نکلتی ہیں۔ ایک وہ پتھر ہے جس میں سے ایمان کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ انسانوں کی طرح سے شجر و حجر کے بھی

مدارج ہیں۔ اگر ہمارا دعویٰ ہے عاشق رسُول ہونے کا، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کھجور کے باغ کو بھی دعویٰ ہے۔ وہ درخت ہوتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں گرفتار تھے۔ اسی طرح جس طرح مسلمانوں کے مدارج ہیں، کُفّار کے بھی مدارج ہیں۔ جیسے سخت بے جان پتھر ہو کر بھی چشمے والا ہوتا ہے یا نہروں والا ہو، یا گداز والا، دل مسلمانوں کا ہو۔ یا فنافی اللہ والا قلب ہو یا بلبقاء باللہ والا قلب ہو۔

اس طرح ایک اور ثبوت یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ان پتھروں سے بھی بدتر ہو۔ تو پتہ چلا کہ عاصی اور خدا کا نافرمان سنگلاخ چٹانوں کے پتھّروں سے بھی بدتر ہے۔

پانچواں اصول یہ کہ قلب آدم اگر درست ہو تو فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ جان بوجھ کر اختیاری عبادت، بے افضل عبادت سے بہتر ہے۔ فرشتے عبادت کے لئے پروگرام کئے گئے ہیں۔ ان کی تقدیر بلا اختیار ہے۔ اگر رکوع میں ہیں تو رکوع میں رہیں گے۔ سجدے میں ہیں تو سجدے میں رہیں گے۔

Marfat.com

انسان کو تقدیر بالاختیار عطا فرمائی۔ دائرہ کار مقرر کیا گیا ہے کہ جان بوجھ کر ایمان کے ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکاؤ۔ نفس کی غلامی کرو گے تو عاصی و گنہگار بن جاؤ گے۔ اور رب کی غلامی کرو تو عابد و زاہد و متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔

تو قلب آدم اگر درست ہو تو فرشتوں سے افضل۔ اس لئے کہ وہ بقاء باللہ کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ چھٹا اصول یہ ہوا کہ دل کی نرمی نعمت عظمی ہے۔ جس طرح شقاوت قلبی ایک عذاب عظیم ہے، اسی طرح دل کی نرمی نعمت عظمی ہے۔ یہ دل کی نرمی حاصل کیسے ہوتی ہے، اس کا نسخہ کیمیا کیا ہے؟ نرمئ قلب کبھی مصائب اور کبھی مصائب میں صبر سے پیدا ہوتی ہے۔ جب مصائب آتے ہیں اور اس میں انسان اللہ تعالیٰ کا شاکر اور صابر ہوتا ہے، ایمان اور اللہ تعالیٰ کی طمع پر ثابت قدم رہتا ہے، تو اس کے قلب میں نرمی آ جاتی ہے اور کبھی صحبت اولیاء سے قلب میں نرمی آجاتی ہے۔

سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ کسی نرم قلب والے کی صحبت اختیار کرو۔ اور کبھی نگاہ فقیر سے۔ ع

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

Marfat.com

اور ان سب کے لئے رب کا فضل شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جس پر کرم ہوتا ہے اس کو یہ خیر نصیب ہوتی ہے وہ مصائب میں صابر اور شاکر رہے۔

برسہا برس تک سیدنا مخدوم عالم شاہِ دو جہاں علاؤالدین صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا لنگر تقسیم کرتے رہے۔ لیکن اس میں سے ایک لقمہ مُنہ میں نہ رکھا اور صبر کرتے رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضرت بابا صاحب نے انہیں واضح ہدایت دے دی تھی کہ میرا لنگر تم تقسیم کرو گے، لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ تم بھی کھالو۔ جب ان کی والدہ محترمہ نے کہا کہ میرے بھائی تم نے اپنے بھانجے کا کیا حال کیا؟ تو بابا صاحب نے فرمایا، میں نے تو سارا لنگر اس کے حوالے کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ، آپ نے لنگر ضرور میرے حوالے کیا تھا مگر مجھے آپ نے کھانے کی اجازت تو نہ دی تھی، اس لئے میں نے صبر کیا۔ تو فرمایا کہ تُو علاؤالدین صابر ہے۔

Marfat.com

پارہ الم ۱ سورۃ بقرہ
آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَا حَبِيۡبَ اللّٰه

فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ؕ كَذٰلِكَ
يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى ۙ وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ
تَعۡقِلُوۡنَ ۝ ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ
ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ؕ
وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ؕ
وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ؕ
وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ اَفَتَطۡمَعُوۡنَ
اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ

Marfat.com

نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے
گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کوتکوں سے
بے خبر نہیں تو اے مسلمانوں کیا تمہیں یہ طمع
ہے کہ یہودی تمہارا، یقین لائیں گے اور ان
میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سُنتے
پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے اور
جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان
لائیں اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو
کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں
سے بیان کئے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے
رب کے یہاں تمہیں پر حجّت لائیں، کیا
تمہیں عقل نہیں کیا نہیں جانتے کہ اللہ
جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ
ظاہر کرتے ہیں اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں
کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ
لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان
میں ہیں۔"

Marfat.com

يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ
بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا لَقُوا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ
بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ
عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○
وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○

ترجمہ: تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے
کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یونہی مردے جلائے
گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں
تمہیں عقل ہو پھر اس کے بعد تمہارے دل
سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ
ان سے بھی زیادہ کرّے اور پتھروں میں تو
کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور
کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی

Marfat.com

میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورہ بقرہ کی ۷۲ سے ۷۸ تک ۵ آیات کی تلاوت کی۔ ان میں سے پہلی جو دو آیات ہیں ۷۲ اور ۷۳ ویں، ان کی تفسیر میں نے پچھلی محفل میں آپ کے سامنے پیش کی تھی۔ اس میں دو چیزوں کا ذکر تھا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نشان ہے کہ وہ مُردے سے زندہ کر دیتا ہے۔ گائے کے لوتھڑے سے، اس نے اس دنیا میں ایک انسان کو زندہ کر دیا اور یہ بنی اسرائیل کے سامنے دکھایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے ذریعے کہ کس طرح قیامت کے دن لوگ اٹھیں گے۔ اور اپنا حساب کتاب دیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ یہ اس کی عین قدرت میں ہے اور وہ قیامت سے پہلے دکھا سکتا ہے کہ جب چاہوں کسی مُردہ کو زندہ کر دُوں اور اس سے حق بات کہلا دُوں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن کوئی جھوٹ اور کوئی فریب کام نہیں آئے گا۔ اس لئے ہاتھ اور پیر دونوں گواہی دیں گے زبان اور کان گواہی دیں گے۔ زبان گواہی دے گی کہ اس نے کیا کہا تھا۔ پیر گواہی دیگا کہ ہم کہاں کہاں گئے۔ اللہ کے راستے میں نکلے یا بُرائی کی طرف نکلے۔ ہاتھ گواہی دیں گے ہم

نے نیک کام کئے یا بُرے کام۔ آنکھیں گواہی دیں گی کہ ہم نے کیا دیکھا، اور کیا نہیں دیکھا۔ اس لئے اس دن کوئی مکر اور کوئی فریب کام نہیں آسکتا، اس دن کوئی عذر نہیں چلے گا کوئی ریاکاری نہیں چلے گی۔ کوئی اور کام یا بہانہ نہیں چلے گا۔

اس کے ایک رُوحانی معنی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے جس دل کو چاہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے وارثوں کی نورانی توجہ سے زندہ کردے۔ یہ عین ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ جب بھی چاہے حق کو ظاہر کردے۔

فقلنا اضربوا..... تعقلون ۰ اور بس اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے۔ وہ تمہیں دکھاتا ہے، تاکہ تم کو عقل آئے، تم کو فہم آئے۔ دین کی سمجھ آئے۔

عقل کیا ہے؟ حد بندی ہے۔ عقل کا مطلب ہے حد مقرر کرنا۔ تو ہدایت کی حدود میں رہنا ہی عقل کا کام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے لعلکم تعقلون ؕ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہدایت کی حدود کے اندر رہو تاکہ میرے کلام سے اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے استفادہ کرسکو، کیونکہ وہ قرآن مجسم ہیں، وہ اسوۂ حسنہ ہیں، وہ خلقِ عظیم ہیں۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ

Marfat.com

وہ کلام پاک پڑھ کے مسلمان ہوجائے گا، تو وہ کذب کا سزاوار ہے۔ مجرم ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ٥ اگر اسوۂ حسنہ ہی کو چھوڑ دیا تو پھر کہاں کا دین کہاں کا اسلام؟

ثم قست قلوبکم ... قسوۃ ٥ یہ تو اس زمانے کا حال ہے اور بنی اسرائیل کے علمائے سُو جو تھے، وہ اس کے بعد اور بھی زیادہ سخت دل ہو گئے۔ بالکل پتھر کی طرح سے یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔

کچھ لوگ تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر نورانی توجہ مل جائے تو اس میں تین سُورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُن پر کسی قسم کی تبلیغ اور نورانی توجہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور وہ ٹس سے مَس نہیں ہوتے۔ ایک وہ ہوتے ہیں جن میں سے نُورِ ایمان کی ہلکی سی شعاعیں نکلنی شروع ہوجاتی ہیں۔ ایمان کا چشمہ پھُوٹ پڑتا ہے۔ اس سے زیادہ خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے قلب سے ایمان کے دریا بہہ نکلتے ہیں۔ اور کچھ ان سے بھی زیادہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ خشیتِ الٰہی

Marfat.com

سے سجدے میں گر جاتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جو بنی اسرائیل کے عُلماء سُو ہیں جنہوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کرلی ہے صرف اپنی ذاتی جاہ و حشم کے لئے، دولت کے لئے اور سرداری کے لئے کہ لیڈری ہمیں مل جائے گی، ہماری دولت اور لیڈری کام آئے گی اور ہماری چودھراہٹ کام آئے گی۔ ایسے لوگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں ان کے باغی تھے، اب تو بالکل ہی اس پتھّر کی طرح ہو گئے ہیں جن کے دل کے کہ جہاں سے چشمے پھُوٹ سکتے ہیں اور دریا بہہ سکتے ہیں، وہ بے فیض، بے جان پتھّر بن گئے ہیں۔ تو تم کیا ایمان کی حرص رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تم اس کی طمع رکھتے ہو کہ یہ تم پر ایمان لائیں گے، کہ جو نورانی فیض نے اثر نہیں کیا، جن کو اللہ تعالیٰ نے نشانیاں دکھائیں، اس کے باوجود بھی سخت دل اور پتھّر ہو گئے۔ جنہوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کی، اللہ تعالیٰ کے کلام کے نئے نئے معنی بتائے۔ ایسے لوگ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پر ایمان لائیں گے۔ یہ آپ کی دلیل اور برہان کو سُن تو لیں گے لیکن ان کے دل پتھر ہو گئے

Marfat.com

ہیں۔ بس یہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دلجوئی فرمارہا ہے۔ کہ آپ جو مسلسل تکلیف میں لگے ہوئے ہیں، علماءِ سُو سے توقع لگا رکھی ہے کہ آپ کی دلیل و برہان کو مان کر اور ان سے متاثر ہو کر آپ پر ایمان لائیں گے تو آپ کی یہ توقع درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ تبلیغ اس وقت کام کرتی ہے، قلب پہ نورانی توجہ اس وقت پڑتی ہے جب رحمتِ الٰہی اس قلب پر وارد ہو۔ اگر رحمت الٰہی نہ ہو تو آدمی ایمان سے محروم ہو جاتا ہے یا پھر ایمان کبھی اس تک پہنچتا نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ افتطمئون ان یومن لکم۔ کیا تم یہ طمع رکھتے ہو، یہ توقع رکھتے ہو، ایسا چاہتے ہو کہ یہ لوگ تم پر ایمان لائیں، یہ تو ایسے لوگ ہیں۔

لقد کان فریق کلام اللہ.... یعلمون ہ تم میں سے تو ایک فریق ایسے تھے جو کہ اللہ کا کلام سُنتے تھے اور پھر اس میں تحریف کرتے تھے، اس میں نئے نئے معنی لگاتے تھے، کبھی نبی کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے جو اللہ تعالیٰ کو قطعی پسند نہیں۔ تو یہ تو وہ لوگ ہیں جن سے

Marfat.com

ایمان کی توقع رکھنا بیکار ہے "لقد کان فریق... یعلمون"
انہوں نے اللہ کا کلام سنا اللہ کی نشانیاں دیکھیں اور اس کی
آیات دیکھیں، اس کی فہم ان کو ہوئی اور اس کا علم ان کو ہوا۔
تو اللہ تعالیٰ کے کلام، علم اور فہم ہونے کے باوجود بھی انہوں
نے اپنے ذاتی دنیاوی مفاد کے لئے اس میں تحریف کی۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے محفوظ فرمائے جن اعمال پر
بنی اسرائیل افتخار کرتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے علماءِ سُو کا ذکر کیا۔ دوسرا ذکر ان لوگوں
کا کیا جو منافقین تھے "واذالقوالذین... تعقلون" فرمایا
یہ وہ علماء تھے جنہوں نے توریت اور انجیل پڑھی ہوئی تھی۔
جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر تھا ان
کی نشانیاں تھیں وہ سمجھتے تھے کہ یہی وہ نبی آخر الزماں ہیں۔
خاتم الانبیاء ہیں، سید المرسلین ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے
وعدہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھی وہ انکار کرتے تھے کہ نہیں
ہم تو بنی اسرائیل ہیں، اولادِ یعقوب ہیں، پیغمبری تو ہمارے
خاندان میں ہے، پیغمبری تو ہماری وراثت ہے۔ یہ بنی
اسماعیل میں رسالت کہاں سے آ گئی۔ اور ہمارے بزرگ
تو ایسے صاحبِ کرامت اور صاحبانِ تصرّف ہیں کہ ہم

غلطیاں بھی کریں گے، ہم گناہ بھی کریں گے لیکن وہ ہم کو چھڑا لیں گے اور ہماری باز پرس نہیں ہو گی۔

ان میں سے البتہ بعض ایسے تھے جو جانتے تھے اور کچھ علماء تو بالکل ہی خلاف تھے (مسلمانوں سے جاکر کہہ دیتے کہ آپ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نبیٔ برحق ہیں اور ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔

تو یہ علماء سُو جو ہیں جب ایک دوسرے سے خلوت اور تنہائی میں ملتے تھے واذا لقوا الذین اٰمنوا جب وہ مومنین سے ملتے تھے تو کہتے تھے قالوا آمنا۔ ہم ایمان لائے۔ یہی ہیں وہ خاتم النبیّین۔ جن کی وحی ہماری تورات اور انجیل میں کی گئی تھی۔ لیکن تنہائی میں جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ قالوا اتحدثونهم۔ تم نے وہ بات ان سے کیوں کہہ دی؟ بما فتح اللہ علیکم۔ جس بات کو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھول کر بیان کیا۔

وہ نبی تو یہ نبی ہیں جن پر ہمیں ایمان لانا چاہیئے تھا۔ تم نے ان سے یہ بات کیوں کہہ دی، ہمارا تو سارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ واذا خلا بعضهم الی بعض... علیکم۔

تو جب وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے تھے، تو اس کی سرزنش کرتے تھے کہ تم نے کیوں ان سے تکرار کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے کلام کے ذریعے سے واضح کر دیا کہ یہی نبی آخر الزّماں ہیں۔ اس لئے کہ لیوحاجوکم عند.... تعقلون ہ یہ قیامت کے دن یہ مومنین تم سے حجّت کریں گے اپنے رب کے سامنے کہ اے ہمارے رب ہم نے آپ کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا۔ ہم نے ان کو بتا دیا تھا کہ یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خدا کی ہدایت ہیں، انہی کا دین قبول کرو، انہی پر ایمان لاؤ اللہ کے ایمان کے ساتھ اور یوم الآخر کے ایمان کے ساتھ۔

اور یہ مان بھی گئے تھے کہ ہاں یہ ہماری کتاب میں لکھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کیا ہے۔ اب ان کے پاس کیا عذر ہے۔ اب کیا عُذر رہ گیا ہے۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔ تم جو جا کر، مومنین کے سامنے اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں پر واضح کر دیا تھا کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں، ان پر ہمیں ایمان لانا ہے۔

جب قیامت کے دن مومنین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئیں گے تو وہ یہ حجت کریں گے، اے میرے رب!

Marfat.com

آپ کا پیغام ہم نے پہنچا دیا تھا۔ اس کے باوجود بھی دنیاوی فائدوں اور سرداری کے لئے، شہرت، دولت، منفعت کے لئے انہوں نے اپنی ٹولی الگ بنالی اور گمراہ سے گمراہ تر ہوتے گئے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں زانوئے ادب تہہ نہ کیا اور ان پر ایمان نہ لائے ان کی رسالت پر، ان کی محبوبیت پر، ان کے اسوۂ حسنہ اور خلقِ عظیم پر۔

ان اللہ... یعلمون ۝ اس طرح کہ علماءِ سُو اور منافقین کو یہ پتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ جن حقیقتوں کو وہ چھپاتے ہیں اور اپنے جن عیوبِ کذب اور نفاق اور بے ایمانی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ وہ نبی ہیں۔ نبی کا لفظ انباء سے ہے یعنی خبر سے۔ تو نبی کا مطلب ہے خبر رکھنے والا۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

پارہ الم سورہ البقرہ
آیت نمبر ۸۷ تا ۹۲

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ
بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ
الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا
قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِیْلًا
مَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ
یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ
مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۝

Marfat.com

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى
غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ
بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ
اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور
اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ
بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح
سے اس کی مدد کی تو کیا جب کوئی تمہارے پاس
رسول وہ لے کر آئے جو نفس کی نہیں تکبّر کرتے ہو
تو ان (انبیاء) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک
گروہ کو شہید کرتے ہو۔ اور یہودی بولے ہمارے دلوں

Marfat.com

پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے اُن پر لعنت کی
اُن کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے
ہیں اور جب اُن کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن)
آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق
فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے
کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف اُن کے
پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت
منکروں پر کس بُرے مول انہوں نے اپنی جانوں کو
خریدا کہ اللہ کے اُتارے سے منکر ہوں اس کی جلن
سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر
چاہے وحی اُتارے تو غضب پر غضب کہ سزاوار
ہوئے اور کافروں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔
اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اُتارے
ہوئے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اُترا اس
پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں حالانکہ
وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا۔
تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں
اپنی کتاب پر ایمان تھا اور بے شک تمہارے پاس

موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لایا پھر تم نے اس
کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔

اے عزیزانِ محترم! آج میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ بقرہ کی ۸۷ سے ۹۲ آیات تک تلاوت کی ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے ہمیں توفیق دی۔ ہمارے لئے قرآن نازل فرمایا۔ ہمارے لئے اپنے محبوب کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ لاکھوں درود و سلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے ہمیں اپنا اُمتی بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اُمت میں زندہ رکھے اور قیامت کے دن ان کی اُمت میں اُٹھائے۔ یہ جو آیات ہم تلاوت کر رہے ہیں یہ وہ تمام واقعات ہیں جو بنی اسرائیل سے بغاوت اور کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے سرزد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی فرماتا ہے کہ یہ تو پہلے بھی اپنے پیغمبروں کے ساتھ بدعہدی کر چکے اللہ کے ساتھ بدعہدی کر چکے ہیں۔ اور جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ہم نے تو موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی۔ اس کتاب پر اطاعت کا عہد بھی لیا تھا لیکن ان کی زندگی میں وہ گمراہی میں پڑتے رہے

Marfat.com

اور نہ صرف یہ بلکہ موسیٰ کی شریعت پر تبلیغ کرنے کے لئے ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ پاک رُوح کے ساتھ مُلکی رُوح کے ساتھ، بے انتہا معجزات کے ساتھ، کمالات کے ساتھ، پاکیزگی کے ساتھ۔ لیکن اس کے باوجود تمہارا رویہ یہ رہا کہ اگر کوئی پیغام، کوئی حکم شریعت کا وہ تمہاری خواہش کے خلاف لے آئے تو تم اس سے انکار کر دیتے تھے۔ اس پر کبر کرتے تھے۔

تم نفس کے غلام تھے، اللہ کی اطاعت میں نہ تھے۔ نفس اور خواہشات کی غلامی کی وجہ سے تمہارے دل زنگ آلود ہو گئے تھے۔ ان میں ایمان اور اطاعت کی صلاحیت نہیں رہ گئی تھی۔ تم نے کفر پر اور نافرمانی پر ہی معاملہ ختم نہیں کیا بلکہ تم اس سے آگے بڑھ گئے اور میرے بعد نبیوں کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا۔ تمہارا یہ دعویٰ تھا کہ تمہارے دلوں پر غلاف ہے، اس وجہ سے تم کوئی اور بات سُننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس کی وجہ سے روشنی تمہارے قلوب تک نہیں پہنچ سکتی اور یہی وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو گئے۔ تم پر لعنت ہو گئی۔ لعنت کا کیا مطلب ہے؛ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو جانا۔ جس طرح شیطان جنت سے نکال دیا گیا تھا اسی طرح یہ

Marfat.com

رحمت سے خارج کر دیئے گئے۔ لبس تم بنی اسرائیلیوں میں تھوڑے سے تھے جن کا ایمان باقی رہ گیا تھا۔

اب اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کے یہودیوں کو مخاطب کرتا ہے کہ ان کا کیا کردار رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَمَّا جَآءَهُمْ .... عِنْدَ اللّٰهِ" اور جب آئی کتاب اللہ سے، تو کہتے تھے کہ یہ کیسی کتاب ہے۔ جس میں کسی مکان یا کسی جگہ کا ذکر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ساری دُنیا پر حاوی ہے۔ اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے، اس کے امر سے اور لوحِ محفوظ سے، اور اللہ کی طرف سے کتاب آئی ہے "مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ" اور ان کے پاس جو کچھ تھا اس کی تصدیق کرتے ہوئے۔

تو پھر کیا ہوا، جب قرآن آیا ؛ قرآن کی تو تصدیق ہو چکی تھی۔ وہ کتاب آئی جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انجیل میں تصدیق ہو چکی تھی اور انبیاء نے وعدہ کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم کی وہ مدد کریں گے، ان کے دین کی، اور ان کی اُمّت میں شامل رہیں گے۔ تمام انبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت میں ہیں۔ جس میں سے چار ہزار انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت میں تھے۔ یہی نہیں بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

Marfat.com

تشریف لانے سے پہلے تک تو یہودی جب کافروں اور مشرکوں سے لڑتے تھے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے فتح کی دعا مانگتے تھے۔ جب جنگ ہوتی تو یہودی علماء ان کو دُعا بتاتے تھے کہ ہماری کتابوں میں ایک پیغمبرِ آخر الزماں کا ذکر ہے جو اُمّی ہوں گے اور جو اللہ کے اتنے محبوب ہوں گے کہ اُن کے وسیلے سے مانگی ہوئی دُعا قبول ہوگی۔ تمہارے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اور تمہیں فتح نصیب ہوگی۔

یہ یہودی علماء کا کردار تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے پہلے کا۔ یہ صرف تعصب کی وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پاک پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ابھی تک سارے پیغمبر بنی اسرائیل میں ہیں لہٰذا پیغمبرِ آخر الزماں بھی بنی اسرائیل میں ہوگا۔ تو اگر کوئی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی بجائے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہوتے تو یہ بالکل ایمان لاتے اس لئے کہ ان کی نبوت کے اعلان سے پہلے تک اسی نبی الامی جس کا وعدہ تھا۔ اس کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے۔

اس میں اب ایک مسئلہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا آ گیا

ہے وہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تو ان کے وسیلے سے دعا مانگنا ٹھیک تھا لیکن ان کے وصال کے بعد مانگنا ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہہ دیا کہ ہمیشہ ہمیشہ سے وسیلہ دُعا ہے۔ وہ ان کا وسیلۂ حاجت روائی ہے۔

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مخاطب کیا تو اس بات پر اس نے ان سے ناراضگی نہیں ظاہر کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کیوں مانگتے تھے، بلکہ اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا کہ یہ وہی نبی تو ہیں کہ جن کے وسیلے سے تم فتح کی دعا مانگتے تھے۔ تو یہ کوتاہ چشم، متعصب لوگ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعصب رکھتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ اس آیۂ مبارکہ کو غور سے پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَلَمَّا جَآءَهُمْ .... مَعَهُمْ" دیکھئے ان کے پاس تصدیق تھی، "وَكَانُوا.... كَفَرُوا" اور کافروں پر ان کے وسیلے سے فتح مانگتے تھے، وہ ان کا نام لے کر فتح مانگتے تھے۔ وہ یہودی جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران یہ دعا مانگتے تھے کہ "اللهم افتح علينا وانصرنا ان نبی الامی" اے رب کریم! ہمیں فتح عطا فرمانا اور نبی اُمی کے

Marfat.com

وسیلے سے ان کے واسطے سے ہماری مدد فرمانا۔ اور اگر قرآن میں توریت کا ذکر نہیں آتا تو لوگ تو اسے بھول چکے ہوتے۔ بہت ساری آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں بہت سارے دشمنانِ اسلام کی مذہبی کتابیں ہیں جنہیں کوئی نہیں یاد رکھتا۔ لیکن جب تک لوگ قرآن پڑھیں گے وہ توریت اور انجیل کو یاد رکھیں گے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام کو منسوخ کر کے شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ فرمائی۔ لیکن ان کی کتاب کے برحق ہونے کی تصدیق کی۔

تو یہ ایسے متعصب ہیں کہ وہی کتاب جو ان کی کتاب کو برحق ثابت کرتی ہے، جو ان کی کتاب کے حق ہونے کا ثبوت ہے اسی کو نہیں مانتے۔ لیکن جب تک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تو علمائے یہود نے اپنے سپاہیوں کو یہ دعا یاد کرائی "اللھم ابنا انا نسئلك" اے رب! آپ ہمارے رب ہیں، ہمارے پالنہار ہیں۔ ہماری ضروریات کو پورا کرنے والے ہیں" انا نسئلك" ہم دستِ سوال آپ کے سامنے اٹھاتے ہیں" بحق احمد نبی الامی"۔ سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے۔ کون ہیں وہ؟ الذی وعدتنا ان

Marfat.com

تجرج لنا۔ کہ جس کے متعلق آپ نے وعدہ کیا تھا، عہد کیا تھا ہم سے کہ آپ ان کو ظاہر کریں گے فی اخرالزماں۔ آخری زمانے میں وہ پیغمبرِ آخرالزماں ہوں گے کتابك الذی اور اس کتاب کے وسیلے سے ہم فتح مانگتے ہیں وبکتابك الذی تنزل الیہ اخر اور اس کتاب کی جو آپ نے ان کے اوپر نازل فرمائی۔ ما ینزل عن تنصرونا علی الاعدائنا۔ جو کچھ آپ نے نازل فرمایا اس کے وسیلے سے ہمیں ہمارے دشمنوں پر نصرت عطا فرما۔ تو یہ یہودیوں کی دعا ہوتی تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات کیا تھی؛

بصارت سے چہرہ نظر آتا ہے، بصیرت سے سیرت نظر آتی ہے، وہ اس قدر کفر و ضلالت میں مبتلا تھے کہ ان کے پاس بصارت تو تھی، اپنی کتاب پڑھ سکتے تھے لیکن بصیرت نہیں تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت دیکھتے کہ یہ وہی نبی آخرالزماں ہیں۔ ان کے چہرے پر وہ نور نہ دیکھ سکے۔ ان کی ذات میں اللہ کا نور نہ دیکھ سکے۔ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور ان کے باطن کو جان نہ سکے۔ پھر بھی کہا کہ یہ تو محمد ابنِ عبداللہ ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ تو ہاشمی ہیں، یہ تو بنی اسماعیل ہیں، یہ کیسے پیغمبر ہو سکتے ہیں ـــ اگر

Marfat.com

بصارت کے علاوہ بصیرت بھی ہوتی، تو پھر وہ ایسی غلطی نہ کرتے۔ ایک نہیں بہت سارے واقعات ہیں۔

مثلاً ایک واقعہ سلمیٰ ابن قیس کا ہے (جو بعد میں صحابی ہوئے)۔ ولما جاء ھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم وقالوا من قبل یستفتحون ہ کسی کے وسیلے سے فتح مانگنا یستفتحون ہے۔ تو جب یہودیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اپنی کتاب کی تصدیق کرنے والی کتاب آئی تو اس کی قدر انہیں کرنا چاہیئے تھا کہ اس نے اسلام کے بعد بھی اس کے برحق ہونے کی گواہی دی۔ اور جس ذات پاک کے وسیلے سے یہ فتح مانگا کرتے تھے اور دعائیں کرتے تھے کہ اے رب کریم! اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ وہ آخری زمانے میں تشریف لائیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ اور نبی الامی ہوں گے۔ ان کے وسیلے سے اور اس کتاب کے وسیلے سے جو آپ نے ان پر نازل کی اس کے وسیلے سے آپ ہمیں کافروں اور مشرکوں پر فتح دیں۔ اور یہ آخری وقت تک دُعائیں مانگتے رہے۔

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو یہ منکر ہو گئے۔ کیوں؟ حسد میں اور دشمنی میں اپنی

Marfat.com

کفر و طغیانی کی وجہ سے قلوب پر پردے پڑے ہوئے تھے آنکھ میں بصارت تھی، چہرہ دیکھ سکتے تھے، نسب دیکھ سکتے تھے مگر بصیرت نہیں تھی۔ تو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت نہیں دیکھ سکتے تھے اگر ان میں بصیرت ہوتی تو پہچان جاتے، ان کی ذات کو اُن کی شخصیت کو۔ چونکہ صرف بصارت تھی، صرف چہرہ دیکھا اور نسب دیکھا۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ہم اپنی بصارت کے ساتھ اپنی بصیرت کی بھی حفاظت کریں اور اسے بہتر کریں۔

میں قصہ سنا رہا تھا سلمٰی ابن قیس کا۔ فرماتے ہیں چند کفّار بیٹھے ہوئے تھے تو ایک یہودی عالم آئے' انہوں نے کہا کہ آپ کیوں بُتوں کی پرستش کر رہے ہیں، ایک دن ہم سب کو مرنا ہے، اور مرنے کے بعد اٹھ کر جواب دہی کرنی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے؛ عالم نے کہا کہ ایک نبی آخر الزماں تشریف لائیں گے ایک کتاب کے ساتھ جو میری بات کی تصدیق کریں گے کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ انہوں نے پوچھا یہ کب ہوگا؛ عالم نے کہا جب یہ بچہ جوان ہوگا اس کے سامنے ان کی نبوت کا اعلان ہو گا۔ اگر میں زندہ رہا تو ایمان لاؤں گا۔ حضرت سلمٰی فرماتے ہیں

Marfat.com

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو ان کے قبیلے کے لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کر لیا۔ لیکن وہ یہودی یہودی رہا۔ جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے تو یہ ساری نشانیاں بتائی تھیں، ان کو دیکھتے ہوئے ہم تو ایمان لائے، آپ کیوں ایمان نہیں لائے۔ کہنے لگے یہ بنی اسرائیل میں نہیں ہیں، ہم ان پر ایمان نہیں لائے۔ تو یہ اپنے حسد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لائے۔

ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مناظرے کے اسٹائل میں آرگومینٹس اور لاجک (دلائل اور منطق) سے ان کو سمجھایا۔ کہ جس کے وسیلے سے تم فتح مانگتے تھے، اب اسی کو تم جھٹلاتے ہو۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ دین کے لئے مناظرہ اور لاجک کو استعمال کرنا جائز ہے مسلمانوں کو اس میں پیغام یہ ہے کہ تم کب تک ان کے ایمان کی توقع رکھو گے۔ انہوں نے تو اپنے زمانے میں اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی حیات تھے کہ ان کی نافرمانی کی، بُت پرستی کرنا شروع کر دی پیغمبر کی زندگی میں۔ نبیوں کو جھٹلایا، نبیوں کو قتل کیا۔ تو ان کے یہ کردار ہیں۔ یہ تو اقرار کرنے کے بعد ان کا وسیلہ اور واسطہ دینے کے بعد بھی منکر ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

تعصب میں اور حسد میں۔

اس کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ ایک فائدہ یہ کہ انبیاء اور ان کے ورثاء یعنی اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جو ہیں وہ وسیلۂ دعا ہیں اور قبولیت کا ذریعہ ہیں۔ جو لوگ اس وسیلے کے منکر ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اور قرآن کی اس آیت کے منکر ہیں۔ ان کے ایمان پر شبہ ہے۔ یہ کہنا کہ صرف ان کی زندگی میں صحابہ کرام نے دوسرے بزرگ صحابہ کے وسیلے سے دُعا مانگی تھی، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اگر صحابی دوسرے صحابی کے وسیلے سے دُعا مانگ سکتے ہیں، تو اس وقت تو کسی نے فتویٰ نہیں دیا۔ اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔

دین کے معاملے میں وہ شرائط عائد کرنا جن کو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صریحاً گمراہی قرار دیا ہے۔ یہ دین میں تحریف کے برابر ہے۔ یہ بالکل وہی چال اور وہی ڈھنگ ہے جو یہودیوں کا تھا کہ اپنی مرضی سے وہ دین میں تحریف کرتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ اس بات پر کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دُعا

مانگتے تھے۔

اس کا مطلب ہے کہ کافر پر بھی وسیلہ پکڑنے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت نہیں کی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مومن پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے پر لعنت ہو یا پکڑ اور گرفت ہو۔ بدعت دین میں (Unauthorisrd) اضافہ کرنے کو کہتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ بدعت، کُفر اور فسق انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کر دیتے ہیں۔ لعنت کفر پر ہوتی ہے۔ شخص پر نہیں۔ جیسے کہ حضرت امام حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ یزید پر لعنت ہو، انہوں نے فرمایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر لعنت ہو، یعنی قتل کے امر پر لعنت ہو۔ جب تک کہ فرد پر ثابت نہ ہو جائے اُس کے عمل پر آپ لعنت بھیجیں۔ فرد پر اس وقت تک نہ بھیجیں جب تک کہ فرد پر اس جُرم کا ثبوت نہ مل جائے۔ اس لئے کہ لعنت بھیجنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے دُور ہو گیا۔ اور یہ کہنا کہ آپ رحمت سے دُور ہیں یہ زیادتی کی بات ہے۔ اس لئے اس آئیہ مبارکہ کا ایک اصول یہ مرتب ہوا کہ فرد پر لعنت اس وقت تک نہ بھیجو جب تک کہ اس

Marfat.com

کا جرم ثابت نہ ہو جائے، کفر کے اوپر لعنت بھیجو۔ بغاوت پر لعنت بھیجو!

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء کو ان کے وسیلے سے دُعا مانگنے کے لئے کہا تھا۔ تو پتہ چلا کہ جاہل کافر سے عالم کافر کا عذاب زیادہ سخت ہو گا۔ اس لئے کہ جاہل انجانے میں معصیت میں آتا ہے اور عالم کافر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرتا ہے، جان بوجھ کر پیغمبر کی نافرمانی کرتا ہے، جان بوجھ کر پیغمبر کو جھٹلاتا ہے اور پیغمبر کو قتل کرتا ہے تو اس حساب سے جاہل کافر سے عالم کافر کا عذاب زیادہ ہو گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک فضیلت یہ ہے کہ سارے بندوں کے نام اللہ تعالیٰ نہیں رکھتا۔ بندوں کے نام بندے خود رکھتے ہیں، ماں باپ، دادا یا بزرگ رکھتے ہیں۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا ہے۔ اس لئے کہ ان کا احمد نام جو ہے وہ تورات اور انجیل میں تھا۔ بنی اسرائیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس اسمِ مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دشمن پر فتح کی دعا مانگتے تھے۔ تو ایک فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ ہے کہ ان کا نام

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف بذاتِ خود رکھا بلکہ ان کی اس دنیا میں تشریف آوری سے کروڑوں سال پہلے سرِعرش یہ لکھ بھی دیا تھا۔ تاکہ عالم ملکوت کے لوگ دیکھتے رہیں۔ آدم علیہ السلام دیکھیں اور سب پیغمبروں کی رُوحیں دیکھیں اور تمام فرشتے دیکھیں کہ یہ ہیں وہ محبوب، یہ ہیں نبی آخرالزمان جن کی اُمت میں سارے انبیاء ہوں گے۔

چھٹا اصول جو ہمیں نے آپ کو بتا دیا ہے وہ یہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دُعا مانگنا کسی وقت بھی جائز ہے۔ جو لوگ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اسے جائز نہیں سمجھتے وہ گمراہ اور بے دین ہیں۔

دوسری آئیہ مبارکہ " بِئْسَ مَا اشْتَرَوْ ...... عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ٥ ان لوگوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے پاس گروی رکھی ہوئی ہیں۔ جب دنیا میں آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس یہ ان کی ملکیت ہیں، تو وہ اس کے حوالے کر کے آتے ہیں۔ اور دنیا میں اسے چھڑاتے ہیں اپنے اعمال کے ساتھ۔ یعنی اپنی جانیں اعمال کے ساتھ خریدتے ہیں۔ جیسے بھی اعمال ہوں۔ اور پھر اس جان کے ساتھ سلوک ہوگا۔ اس قیمت کے حساب سے جس سے ہم نے خرید لی ہے۔ کھوٹے سکے سے کھوٹا

Marfat.com

سلوک ہوگا اور کھرے سکّے کا کھرا سلوک ہوگا۔ تو یہ فرماتے کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں کی بہت بُرے مول پر خریداری کی ہے۔ دنیا اور نفسانی خواہشات کے بدلے سے اپنی جانوں کو خریدا ہے۔ یہ خراب قیمت کیا ہے؟ ان یغفر .... ان لوگوں نے اس چیز کا کفر کیا جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے۔ اس نے قرآن اُتارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت فرمائی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ میں نے نازل کیا رسُول اور کتاب کو۔ تو یہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہ کس بات پر باغی ہیں، کس بات پر بھڑکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ اُتارا جس کو اس نے چاہا اور پسند کیا۔ یہ بغاوت کر رہے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی پسند پر۔

اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو، جن پر ہمارے ماں باپ فدا، آل اولاد فدا، کہ وہ بنی اسماعیل میں پیدا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی اس پسند کے خلاف وہ باغی ہو گئے ہیں۔ تو یہ گنہگار جو ہیں یہ گھاٹے کے سوداگر ہیں گھاٹے میں جان بیچ دی اپنی اور اللہ تعالیٰ کے امر پر بغاوت کر دی۔

ان ینزل اللہ اس بات پر بغاوت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ نازل فرمادیا من فضلہ اپنے فضل وکرم سے۔ علیٰ من یشاء ان کے اوپر جن کو چاہا من عبادہ اپنے بندوں

Marfat.com

میں سے فباءو بغضب علٰی غضب ۵ تو پھر جو انہوں نے
تجارت کی ہے، یہ کیا کمایا انہوں نے؟ کیا حاصل کیا ؟
غضب کے اوپر غضب۔ ان پر عذاب پر عذاب پڑے گا۔
اور یہ اللہ کا اصول کیا ہے؟ وللکفرین عذاب مھینط
اور کافروں کے لئے بڑا سخت عذاب ہوگا، ذلت کا عذاب ہو
گا، چونکہ انہوں نے کفر کیا ہے۔

یہ جو اپنے کو صاحب ایمان کہتے ہیں، کہ ہمارا ایمان ایک
غلاف میں لپٹا ہوا ہے۔ ہم پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا، یہ جھوٹے
ہیں کاذب ہیں، انہوں نے تو کیا، اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور
ان کو قتل کیا اور اب یہ تم سے نافرمانی کر رہے ہیں، مجھ سے نافرمانی
کر رہے ہیں۔ اس لئے میں نے تمہیں مبعوث کیا، ان بندوں
میں جن کو میں نے پسند کیا۔

مسلمان اگر گنہگار ہو جائے تو وہ گھاٹے کا سوداگر ہوتا ہے۔
اور اگر کافر گنہگار ہو جائے تو اس کا دیوالیہ ہو جاتا ہے، اس کے
پاس کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اس لئے کہ مسلمان کے لئے تو اس کا
گھاٹا سزاؤں سے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پورا ہو جاتا ہے۔
شفاعت ہو سکتی ہے، مغفرت ہو سکتی ہے۔ لیکن کافر تو دیوالیہ
ہے اس لئے کہ اس کے پاس کچھ واپس لینے کی سکت نہیں ہے۔

انہوں نے تو بغاوت کرنے کی حد ہی کر دی صرف اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پسند سے اپنے پسندیدہ بندوں میں اٹھایا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔

ان دو آیات سے یہ پتہ چلا کہ یہودیوں نے چار قسم کے کفر کئے۔ پہلا تو یہ کہ اپنی کتاب کو بدل دیا، ایک کتاب ان کے پاس وہ بھی موجود تھی جس میں ساری نشانیاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھیں۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تک وہ حوالہ دیتے رہے۔ اپنے لوگوں کو بتلاتے رہے، دوسروں کو بتاتے رہے اور جب وہ تشریف لائے تو کتابوں کو بدل دیا۔ صرف اس لئے کہ ان کی سرداری اور جاگیریں قائم رہیں۔

دوسرا عمل یہ ہے کہ قرآن سے انہوں نے انکار کیا۔ تیسرا ان کا گناہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے ناراض رہے۔ شدید بغاوت کی۔ اور چوتھا یہ کہ نااہل کو اہل سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نااہل ڈکلیئر کر دیا، کہ یہ کفر ہیں ہیں بغاوت ہیں یہ راندۂ درگاہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے گھاٹے کا سودا کر لیا ہے۔ پھر بھی وہ اپنے ہی کو اہل سمجھتے رہے اور بنی اسماعیل اور بنو ہاشم کو اہل نہ سمجھا۔

Marfat.com

ان آیات سے کچھ اصول بھی اخذ ہوتے ہیں۔ حسد بہت بری بلا ہے، یہ حاسد کو گھاٹا ہے محسود کو نہیں گھاٹا۔ جس سے حسد کیا جائے اس کو گھاٹا نہیں۔ اگرچہ اس کو تھوڑی بہت تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتا ہے اور وہ اس کی پناہ میں آجاتا ہے۔ لیکن حسد کرنے والے کو وہ کھاجاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان ینزل اللہ .... عبادہ۔ نبوت اور ولایت دعوے سے اور حسب سے نہیں ملتی۔ نبوت اور ولایت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملتی ہے۔ اور یہ کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں ان سے زیادہ عبادت گزار ہوں میں ان سے اچھے خاندان کا ہوں، اچھے نسب کا ہوں۔ میرے خاندان میں اتنے بزرگ گزرے ہیں، میرے خاندان میں اتنے پیسے والے گزرے ہیں۔ یہ سب باطل باتیں ہیں۔ باطل بحث ہے۔ نبوت اور ولایت صریحاً اور قطعاً اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس پر چاہتا ہے اس پر فضل فرمادیتا ہے۔ ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء من عبادہ۔ دوٹوک فیصلہ اللہ تعالیٰ کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے بندوں سے، ان میں سے جن پر وہ اپنا فضل وکرم چاہتا ہے یہ نعمتیں عطا کرتا ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل جو ہے وہ کسی ذات

Marfat.com

سے، کسی قبیلے سے اور کسی قوم سے مشروط نہیں ہے۔ حضرت بابا بُھلّے شاہ صاحب سیّد تھے اور اُن کے مرشد پاک اتنی اونچی ذات کے نہیں تھے لیکن بابا بُھلّے شاہ کتنا احترام ان کا کرتے تھے۔ کیا کیا انہوں نے اپنی نظموں میں، صوفیانہ کلام میں ان کے متعلق فرمایا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یعنی نبوت اور ولایت کسی ذات سے، کسی حیثیت سے یا کسی قوم سے مشروط نہیں ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ہمارے اہلِ تشیع بھائی جو ہیں انہوں نے وہی کچھ کیا جو یہودیوں نے کیا۔ وہ یہ کہ یہودیوں نے نبوّت کو بنی اسرائیل سے مشروط کیا اور رافضیوں نے امامت کو اثنا عشری سے کیا کہ جو اہلِ بیت ہیں، وہ بھی خاص حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وہ بیٹیاں جو دوسروں کے عقد میں گئیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، شیعوں کے ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہلِ بیت ہیں، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اہلِ بیت ہیں۔

لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وہ اولاد جو دوسرے صحابیوں کی بیویاں تھیں، وہ بیٹیاں اُمِّ کلثوم وہ اہلِ بیت میں شامل نہیں کرتے۔ وہ سوائے اثنا عشری کے اور کسی کو امام نہیں مانتے، وہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام غزالی

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہم کو امام نہیں مانتے، یہ ان کی جو افتراء ہے، یہ جو ان کا طور طریقہ ہے یہ بالکل بنی اسرائیلیوں سے ملتا ہے۔ انہوں نے نسب سے اور قوم سے مشروط کیا نبوت کو۔ اور انہوں نے امامت کو مشروط کر دیا۔ ہمارا ان سے یہ اختلاف ہے۔ وہ صرف اثناء عشری کو مانتے ہیں۔ ہم ان کے علاوہ ان چاروں آئمہ کو بھی مانتے ہیں۔ وہ اہلِ بیت کو مانتے ہیں اور صحابہ کرام کو نہیں مانتے بھئی جس کو تم مانتے ہو جس کو دلیل سمجھتے ہو مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ کی "نہج البلاغہ" تو پڑھو۔ جس میں انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بعیت کیا، ان کے فضائل بیان کئے، ان کی بزرگیاں بیان کی ہیں۔

تم قرآن کو مانتے ہو اور جامع القرآن کو نہیں مانتے۔ قرآن جس شکل میں آیا ہے، اس کو تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکجا کیا۔ پھر اس کی ترتیب دی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے۔ تو آپ جامع القرآن کو نہیں مانتے قرآن کو مانتے ہو۔ تو قرآن تو انہی کے ذریعے سے ہم تک پہنچا۔ تو جب تک قرآن کو مانیں گے تو ان کو بھی ماننا پڑے گا۔

پانچواں اصول اس کا یہ ہے کہ اہانت کا عذاب صرف کفّار

Marfat.com

کو ہے۔ لعنت کا، اہانت کا عذاب۔ وللکفرین عذاب مھین ؀ اہانت کا عذاب مومنین کے لئے نہیں، کیوں ؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے " لِلّٰه العزة وبالرسله وللمومنین " یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ للّٰه العزة ولرسوله وللمؤمنين ہ۔ عزت جو ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور مومنین کے لئے ہے۔ عذاب مہین کافروں کے لئے ہے، مومنین کے لئے نہیں۔ مومنین پر عذاب ہوا بھی تو ہلکا عذاب ہوگا، ان کی پاکیزگی کے لئے اور پھر اس کے بعد مغفرت کے بعد وہ جنت میں چلے جائیں گے۔

چھٹا اصول اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کافر ہیں اور "عذاب مہین" میں ہوں گے۔ اہانت والے عذاب میں ہوں گے۔ کیوں کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی کتاب کا انکار کیا۔ تو معلوم ہوا کہ کافر کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ اللہ کو مانتا ہے نہ ہی انبیاء کو مانتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار سب انبیاء کا انکار ہے۔ وہ ایسی کتابوں کے منکر ہو گئے، انبیاء کے بھی منکر ہو گئے۔ اس لئے کہ انبیاء نے بھی تصدیق کی اور ان کی کتابوں نے بھی تصدیق کی۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وإذا قيل لهم۔ جب ان سے ہم کہتے ہیں لهم معنی ان سے ان کے واسطے آمنوا جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ ایمان لاؤ بما انزل الله جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، تو جواب ملتا ہے قالوا نؤمن بما انزل علينا وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوتا ہو۔ ہم توریت پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ توریت میں تو لکھا ہوا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔ لیکن اس کو انہوں نے بدل ڈالا۔ ويكفرون بما وراءه اس کے علاوہ جو کچھ نازل ہوا اس پر کفر کرتے ہیں۔

ایمان تو ہر اس چیز پر لانا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ایمان تو نام ہی اللہ تعالیٰ کے امر پر اس کی تصدیق کرنا، اللہ تعالیٰ کے امر پر عمل کرنا۔ اس کی مرضی ہے کہ جب وہ چاہے نازل فرمائے۔ اس نے تو اتنی احتیاط فرمائی ہمارے متعلق کہ کہیں دنیا گمراہ نہ ہو جائے۔

تو اتنے زمانوں سے ہر پیغمبر کے ذریعے بشارت دیتا چلا آرہا ہے کہ یہ ہوں گے میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف۔ اپنی ذات میں بصیرت کو قائم رکھو تاکہ ان کو دیکھ کے

Marfat.com

ان کی سیرت کو پہچان جاؤ کہ یہ نبی آخرالزماں ہیں۔ ان کی پہچان لوگوں سے کرواتے رہے۔ جن غیر متعلق لوگوں سے کرواتے رہے وہ تو مومن ہوگئے اور یہ ویسے کافر کے کافر ہی رہے۔ فرمایا: امنوا بما انزل الله قالوا نؤمن بما انزل الینا: انہوں نے کہا ہم تو ایمان لائے ہیں اس پر جو ہم پر ہٹ دھرمی کے بعد نازل ہوا ویکفرون بما وراۂھم۔ وہ جو ہم پر نازل نہیں ہوا ہم اس سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وھوالحق مصدقا لما معھم۔ حالانکہ یہ کتاب برحق ہے جو ان کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ یہ کتنے نادان ہیں کہ جس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم پر نازل ہوئی اس کی یہ تصدیق کر رہی ہے۔ تو جو کتاب ان پر نازل ہونے والی کتاب کی تصدیق کرتی ہو، وہ کتاب جھوٹی کیسے ہوسکتی ہے۔

پھر اگر تمہاری یہ بات ہے کہ تم اس کتاب کو مانتے ہو جو تم پر نازل ہوئی اور جو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیش گوئی کرتی ہے، ان کے اوصاف بیان کرتی ہے اور تم سے وعدہ لیتی ہے کہ تم ان پر ایمان لاؤ گے، تو اس بات کو تو چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری کتاب میں لکھا تھا کہ تم انبیاء کو قتل کروگے اور ان کو جھٹلاؤ گے قل فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل ان

Marfat.com

کنتم مومنین ہ اگر تم واقعی صاحبانِ ایمان ہو تو یہ بتاؤ بھلا ان لوگوں سے پوچھو کہ تم اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگرچہ تم اپنے کو مومن کہتے ہو۔ اور اس کتاب پر عمل کرتے ہو لیکن تمہاری گمراہیوں کی انتہا تو یہ ہے کہ میں نے اپنے پیارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمہارے پاس بھیجا۔ اس سے وعدہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اس نے تمہیں نجات دلائی فرعون سے اور کافروں کے ظلم سے لیکن کیا ہوا؟ آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل والی بات ہوگئی۔

ولقد جاءکم موسیٰ۔

تمہارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تھے "بالبینات" صاف نشانیاں لے کر، اللہ کا پیغام لے کر، مگر تم نے کیا کیا؟ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ہ

ترجمہ: یعنی پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پارہ الٓمّٓ ۳ سورہ البقرہ
آیت نمبر ۸۷ تا ۹۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَاحَبِيۡبَ اللّٰهِ

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَقَفَّيۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ .....
..... ظٰلِمُوۡنَ ۝"

تم نے تو اپنے نبیوں کو قتل کیا ہے، تم نے تو اپنی کتاب کی خلاف ورزی کی ہے۔ تم یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ تم صاحب ایمان ہو۔ اور اپنی کتاب پر ایمان لاتے ہو۔ بے شک تم بڑے ہی ظالم ہو۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کے لئے کہہ رہے ہیں کہ یہ جو آپ پر ایمان نہیں لاتے ان سے کوئی توقع نہ رکھیں۔ یہ بڑے گئے گزرے لوگ ہیں۔

یہ جو دو آیات ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ وہ

اس بات کی تردید کریں جو یہودی بطورِ بحث کے پیش کرتے ہیں۔ بطورِ منطق کے پیش کرتے ہیں۔ یعنی چونکہ قرآن پاک ہم پر نہیں اُترا اس لئے ہم اسے نہیں مانتے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات پر زور دے رہا ہے اور وضاحت فرما رہا ہے کہ قرآن حق ہے اور ان کا رباطل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن تو سچا کرنے والی کتاب ہے۔ قرآن توریت کی تصدیق ہے، تمہارے پاس جو کچھ ہے اس بات کی تصدیق ہے۔ اگر توریت حق ہے تو اس کی تصدیق ناحق نہیں ہو سکتی۔

تیسری بات یہ ہے کہ تمہارا تو وطیرہ یہی ہے۔ لہٰذا تم اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے تو یہ کون سی نئی بات ہے۔ تم تو انبیاء سے ہمیشہ بغاوت کرتے رہے ہو۔ بجائے ان کی اطاعت کے تم انہیں قتل کرتے رہے ہو جھٹلاتے رہے ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ہدایت تمہارے پاس سے بھی نہ گزری اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرنے کے باوجود، ان کی زندگی میں ہی تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔

Marfat.com

ان آیات سے کچھ اصول بھی مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ سارا مناظرہ ہو رہا ہے کفّار سے (ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بحث) یہ جو کہتے ہیں کہ چھوڑو لکم دینکم ولی دین وہ ٹھیک ہے، لیکن جب بات دین کی ہو تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان کو بتائیں کہ ہمارا دین کیوں سچّا ہے اور ان کا کیوں جھوٹا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بے دینوں سے تعلق ختم کرنا سُنّتِ انبیاء ہے۔

تیسرا اصول یہ ہوا کہ بعض انبیاء پر ایمان اور بعض سے انکار ایمان کے لئے محال ہے۔ یہ بالکل غلط ہے، ناممکن ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ایمان ہے تو سب پر۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب پر ایمان رکھنا پڑے گا۔ یہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، یہ یہودیوں کے لئے ضروری ہے، یہ عیسائیوں کے لئے ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہم کافر ہیں۔

اسی طریقے سے اہلِ بیت یا صحابہ کرام ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار گمراہی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم دعویٰ کریں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن یا تو اہلِ بیت کی فضیلت سے انکار کریں یا صحابہ کرام کی فضیلت سے انکار کریں۔ تو یہ شیعوں کا رافضیوں کا طریقہ ہے۔ یہ

Marfat.com

بنی اسرائیلیوں کی سُنّت پر عمل کے مترادف ہے۔ یہ دین میں رخنہ ڈال رہے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عُمر اور حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم و فضیلت کا ذکر فرمایا ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ جب روم کے بادشاہ نے مسئلہ بھیجا تھا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف رجوع فرمایا۔ اور جہاں تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تعلق ہے انہوں نے تو "نہج البلاغہ" میں ان سے پہلے خلفائے راشدین یعنی حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی سے محفوظ فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں، ان سے محبت کریں، ان کا ادب کریں اور جب اللہ سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ طریقے سے مانگیں۔ ان کے محبوبین کے وسیلے سے مانگیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ صرف ہمارے لئے بلکہ کافروں تک کے لیے بھی جائز ہیں۔

یہ کافر جب حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے در

Marfat.com

پر جاتے ہیں، ان کے وسیلے سے دُعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی بھی دُعا قبول فرمالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم پر بھی کرم فرمائے، ہم اس کے دیئے ہوئے پاک وسیلے سے دُعا کرتے ہیں کہ اے رب! ہمیں تو ایمان پر ثابت قدم رکھنا۔ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ومحبت اور ادب کی حالت میں رکھنا۔

(آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥ وصلی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیرِ خلقہٖ سیدنا محمد
وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ٥

Marfat.com

سُورۃ البقرہ الٓـمّٓ

آیت نمبر ۸۴ تا ۸۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَاحَبِيۡبَ اللّٰه

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ لَا تَسۡفِكُوۡنَ دِمَآءَكُمۡ
وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ ثُمَّ
اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ۝ ثُمَّ اَنۡتُمۡ
هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا
مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ
بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ؕ وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى
تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ؕ
اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ
فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ

Marfat.com

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ ۫ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ الْعَذَابُ وَلَا ہُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ؑ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَہْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

ترجمہ :

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو اور پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں

Marfat.com

تو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کونکوں سے بے خبر نہیں یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کی مدد کی جائے اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اُس کی مدد کی تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو اُن (انبیاء) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور گروہ کو شہید کرتے ہو۔"

اے عزیزانِ محترم!

میں نے آیت نمبر ۸۴ سے لے کر ۸۷ تک کی آیتیں

Marfat.com

سورۃ بقرہ کی آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ یہ پہلی آیت ہے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایمان کی بات کی ہے کہ کس طریقے سے وہ بار بار کافر ہو جاتے تھے۔ اور بار بار توبہ کرتے تھے۔ کس طریقے سے وہ اپنے نبی کو شہید کرتے تھے اور ان سے معصیت اور بغاوت کرتے تھے۔ کس طرح سے توہینِ رسالت کرتے تھے۔

اب اللہ تعالیٰ اس معاہدے کا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال سے پہلے اُن سے لیا تھا اور اس معاہدے کا ایک حصہ تھا کہ اُن کی معاشرتی زندگی کیسے ہوگی، ان کی سماجی ذمہ داریاں کیا ہوں گی، کس طرح وہ ملّی یکجہتی کو قائم کریں گے۔ اس طریقے سے ملّی یکجہتی ختم کرنے والی اور اُمّت کو ذلیل کرنے والی حرکتوں سے باز رہیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ.... تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تم سے ایک معاہدہ کیا تھا، تم سے ایک عہد حاصل کیا تھا۔ اور کس طرح حاصل کیا تھا، اپنے نبی اور رسول کے ذریعے سے۔ اور وہ معاہدہ تھا کہ کس طرح تمہاری تمدنی زندگی گزرے گی۔

Marfat.com

پہلی بات یہ کہ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَاءَکُمْ.. تم اپنا خونِ ناحق نہیں بہاؤ گے، تم آپس میں خون ریزی نہیں کرو گے۔ تم اپنی اُمّت والوں کو قتل نہیں کرو گے۔ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ اور تم اپنی اُمّت والوں میں سے کسی کو ملک بدر نہیں کرو گے، ان کی آزادی کا، ان کی زندگی کے حقوق، ان کے معاشی حقوق اور ان کے مدنی حقوق کی حفاظت کرو گے۔ پاسبانی کرو گے۔

ولا تخرجون انفسکم ..... دیارکم۔ دار کہتے ہیں، گھر کو، اور گھر کی جمع ہے دیار، ایسی بستی کہ جہاں بہت سارے گھر ہوں وہ دیار ہے۔ کسی دوسرے ملک کو بھی دیارِ غیر کہتے ہیں۔ تو ولا تخرجون انفسکم .... دیارکم تو تم اپنی ملت اور اپنی قوم کے لوگوں کو اپنے ملک سے باہر ملک بدر نہیں کرو گے۔

ثم اقررتم وانتم تشھدون ۝ اس معاہدے کے بعد تم نے اقرار بھی کیا کہ اس پر عمل کرو گے۔ اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو کہ ہاں تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ایسا معاہدہ کیا تھا۔ اور کس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ معاہدہ لیا۔ اس لئے کہ دراصل اپنے دینی بھائی کو مارنا خود

Marfat.com

کو مارنا ہے، اپنی جماعت کو کمزور کرنا ہے، اپنی جماعت میں انتشار پھیلانا ہے۔ اور اس طرح سے اپنے دینی بھائی کو ذلیل کرنا خود کو ذلیل کرنا ہے۔ جب ہم آپس میں ایک دوسرے کو ذلیل کریں گے تو اغیار ہمیں ذلیل کریں گے، پوری ملت کو، اس لئے کہ قوم کی عزت سے دین کی عزت ہے۔

تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ صاحبانِ ایمان کی عزت اس دنیا میں قائم رہے، تاکہ جو ایمان سے خالی ہیں ان کی نگاہ میں آپ کی عزت قائم رہے۔ اور آپ کی عزت تبلیغ کا کام کرتی ہے۔

جب مسلمانوں کا عروج تھا اور ان کی عزت تھی، ان کی وقعت تھی تو لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے رہے، لیکن مسلمان اپنی حرکتوں سے آپس کی لڑائی سے، تفرقے بازی سے، بغاوت سے، سازشوں سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو ان کی وقعت کافروں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی نگاہوں میں کم ہو گئی۔ تو اس سے ان کی عزت میں بھی کمی ہو گئی تھی۔

ایمان کی عزت مومن کی عزت سے ہے، اگر مومن کی عزت اور وقار برقرار رہے گا تو معاشرے میں لوگ

Marfat.com

ایمان لے آئیں گے۔ اور مسلمانوں کو اپنا گھر، جب تک کہ وہ دار العمل ہے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ جب دین پر قائم رہنا مشکل ہو جائے تو اللہ کے حکم سے اس وقت ان کو ہجرت کر لینی چاہیئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارا معاہدہ تھا، اب تمہارے اعمال کیا ہیں؟ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ ..... اَنْفُسَكُمْ، اس معاہدے کے باوجود، اس اقرار کے باوجود اس سعادت اور گواہی کے باوجود تم لوگ ایسے ہی آپس میں ایک دوسرے کا خون کرتے رہے ہو۔

ابھی میں بتاؤں گا کہ اس آئیہ مبارکہ کا پس منظر کیا ہے؟ تم بدعہد نکلے ہو۔ اپنوں ہی کو قتل کرتے ہو۔ تمہارا عمل یہ ہے کہ بدعہدی کرتے ہو۔ تم نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تم آپس میں قتل و غارت گری نہیں کرو گے۔ لیکن تم نے ... وتخرجون فریقًا .... دیارھم۔ اور اپنے سے ایک فرقے کو تم نے ان کے وطن سے، ان کے ملک سے نکال دیا، ان کو ملک بدر کر دیا۔ نہ صرف یہ کہ تم نے اپنی قوموں پر خود ظلم کیا، قتل کیا اور ملک بدر کیا۔ تظٰہرون بالعدوان ہ جسے اردو میں پشت پناہی کہتے ہیں ظاہر

Marfat.com

کہتے ہیں پُشت کو۔

سُورۂ الم نشرح میں ہے، تمہاری پیٹھ پر بوجھ ہے۔ تو تظاہرون کا مطلب ہے ان کی پیٹھ پر بوجھ ہے، تو تظار کا مطلب ہے تم نے ان کی پُشت پر ہاتھ رکھا، پُشت پناہی کی، اُن کی مدد کی۔

تو تم نے اپنوں کو مارا اور در بدر کیا۔ لیکن نہ صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور آگے بڑھ گئے۔ تم اغیار کو غیروں کو جو تمہارے دشمن تھے، اُن کی تم نے پُشت پناہی کی، تو کس بات پر پُشت پناہی، کس بات پر مدد کی؟

بالاثم والعدوٰن ہ گناہ اور ظلم۔ تو جُرم کیا ہے۔ فردِ جُرم جب نازل ہو جائے، کہ اپنے معاشرے کے اندر انتشار پھیلانا، قتل و غارت گری کرنا، اپنے معاشرے کے اندر مدنی زندگی کے اصولوں کو تتر بتر کرنا۔ ان کی خلاف ورزی کرنا، اور اغیار کی مدد کرنا، ان کے ساتھ سازشیں کرنا، جب وہ تمہاری قوم پر ظلم اور گناہ کر رہے ہیں، تو اس کے بعد کیا کیا تم نے، کہ اپنی مرضی سے اپنے دین کا اپنی شریعت کا مطلب نکالا۔ جہاں تمہیں (Suit) کیا وہاں تم نے اس پر عمل کیا، اور جہاں تمہیں (Suit) نہیں کیا وہاں

Marfat.com

تم نے عمل نہ کیا۔

میرے ایک بڑے عزیز دوست جو کافی صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو بھی غیر مسلم نہیں ڈیکلیئر کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا آپ کی سمجھ جو ہے شیطان کی سمجھ سے کافی ملتی جلتی ہے۔ اس نے آپ کے اوپر حملہ کر دیا ہے۔ کہنے لگے کہ جی وہ کلمہ گو ہیں۔

میں نے کہا کہ وہ ایک طرف کہتے ہیں لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کوئی رسُول نہیں ہے۔ تو زبان سے یہ کہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ خاتم النبیین ہیں، اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ آخری پیغمبر نہیں ہیں۔

میں نے کہا کہ جب تک انگریزوں کا تسلط رہا، اس وقت تو وہ ہر طرح کے خرافات کھُلے عام کہتے رہے، اس لئے کہ یہ ان کے پیدا کردہ تھے۔ برِّصغیر پاک وہند میں مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے۔

جب پاکستان بن گیا تو انہوں نے کہا یہ لاہوری ہیں،

Marfat.com

ہم تو ان کو آخری نبی نہیں سمجھتے۔ وہ مربّی ہیں، وہ فلاں ہے۔ ان کی کتابیں تو پڑھ کر دیکھیں آپ۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے کو مسلمان بھی کہیں اور ساتھ ساتھ اتنے فراخ دل بھی ہو جائیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو اور ان کی رسالت کے منکروں کو ہم کہہ دیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور گلے سے لگ جائیں۔

تو کہنے لگے کہ آپ کا شیعہ سے متعلق کیا خیال ہے۔ میں نے کہا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کی کوشش کی، کہا کہ تیس پارے نہیں ہیں، چالیس پارے ہیں۔ دس پارے گم کر دیئے ہیں اور آج تک وہ دس پارے پیدا نہیں کر سکے ہیں۔

تو انہوں نے یہودیوں اور اسرائیلیوں کی طرح سے قرآن میں تحریف کی کوشش کی۔ کہ کسی طرح سوچا دس پارے اور پیدا کر لیں جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر لائیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

Marfat.com

ایک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ صاحبانِ ایمان اپنی قوم وملت کے دشمنوں کی پُشت پناہی کریں اور ان کی حمایت کریں۔ حمایت کریں کس چیز میں؟ گناہوں میں اور ظلم میں کہ وہ تو شرک کریں اور ختمِ نبوت سے انکار کریں، اپنے کو پیغمبر کی حیثیت میں کھڑا کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اہانت آمیز الفاظ میں کریں، اپنی کتابوں میں۔ اور ہم ان کی حمایت کریں کہ وہ کلمہ گو ہیں، لہٰذا ان کو مسلمان مان لینا چاہیئے۔

اس طرح تو بہت سارے لوگ انسانوں سے خارج ہو جائیں گے۔ ان سب کے پیچھے مغربی سامراج ہے، چاہے وہ آغا خانی ہوں یا قادیانی۔ آغا خان کی دنیا میں کوئی بھی حکومت نہیں لیکن وہ (Royal Highness) ہے۔ اور وہ مسجدوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

Marfat.com

سُورۃ البقرہ الٓـمٓ
آیت نمبر ۸۵ تا ۸۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ
تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ٘
تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِؕ وَاِنْ
یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ
اِخْرَاجُهُمْؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ
ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ
وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِؕ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ

Marfat.com

اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا
يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ؁ع
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ
بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ
اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ ؁ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ
لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ؁

ترجمہ:

پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو، ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی ہیں اور اگر وہ گروہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں

رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی
طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں
سے بے خبر نہیں یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے
آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو ان
پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کی مدد کی جائے۔
اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور
اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے
عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور
پاک رُوح سے اُس کی مدد کی تو کیا جب تمہارے
پاس کوئی رسُول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی
خواہش نہیں تکبّر کرتے ہو تو اُن (انبیاء) میں ایک گروہ
کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔"
اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے
ہیں بلکہ اللہ نے اُن پر لعنت کی ان کے کُفر
کے سبب تو اُن میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں"۔

اے عزیزان محترم!

اللہ تعالیٰ نے ہم کو یاد دلایا کہ تم نے تو عہد کیا تھا حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے کہ تم توریت پر عمل کرو گے، تم آپس میں

قتال نہیں کرو گے، فتنہ وفساد نہیں کرو گے، تم کسی کے شہری حقوق سلب نہیں کرو گے، کسی کو ملک بدر نہیں کرو گے۔ لیکن تم نے تو دونوں کام کئے۔ قتل و غارت گری بھی کی اور لوگوں کو ملک بدر بھی کیا۔

بنی اسرائیل، منافقین اور مشرکین سے دوستی میں اپنے دوسرے قبائل پر چڑھائی کرتے تھے، تو وہ منافقین کی مدد کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلاتا ہے کہ تم تو ویسے بھی آپس میں خون خرابہ کر کے رہتے ہو۔ تم بنی اسرائیل کے قبیلے کے دشمنوں کی پشت پناہی کرتے ہو، ان کی مدد کرتے ہو، ظلم کی اعانت کرتے ہو اور وہی تمہارے اپنے لوگ اس ظلم کے بعد اگر قیدی بن کر آتے ہیں تو تم چھڑاتے ہو۔ کہتے ہو کہ یہ توریت کا حکم ہے کہ بنی اسرائیل اگر قیدی بن کر آئیں تو انہیں چھڑا لینا چاہیئے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا یہ تمہارا دین ہے کہ تم بعض چیزوں پر عمل کرتے ہو بعض پر نہیں کرتے ہو۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ آپس میں قتل اور فتنہ نہ کرو تو تم اس کی خلاف ورزی کر کے قتل اور فتنہ کرتے ہو۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ کسی کو ملک بدر نہ کرو تو تم ملک بدر کر دیتے ہو۔ لیکن

Marfat.com

جب ان میں سے کوئی قیدی ہو جاتا ہے تمہارے دوستوں کے ہاتھ تو پھر تم پیسے دے کر ان کو چھڑاتے ہو۔ تو یہ اپنی مرضی کا دین تم نے بنا لیا ہے، یہ اللہ کا دین تو نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی ایک حکم کو نہ ماننے سے بھی کفر ہو جاتا ہے۔

اگر آپ اسلام کے سارے ارکین کے پابند رہیں اور نماز نہ پڑھیں تو کفر ہو گیا۔ اگر نماز پڑھنے سے انکار کر دیں کہ اسے میں نہیں مانتا، تو پورے دینِ اسلام سے کفر ہو جائے گا، اگر روزے سے انکار کریں تو وہ بھی کفر ہے، اگر قربانی سے انکار کر دیں، جیسے آج کل کے بعض عقلمند لوگ کہتے ہیں کہ پیسے لگا دیں، بجائے ذبح کرنے کے اور حج کرنے کے بجائے اگر ٹی وی پر دیکھ لیں۔ دین کے کسی ایک جز سے انکار بھی کفر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ تم لوگ تو ایسے تھے کہ کفر میں مبتلا تھے، اس لئے کہ توریت کی بعض باتیں مانتے تھے اور بعض نہیں مانتے تھے۔ اور جو لوگ دین کے ساتھ مذاق کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان پر شدید عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ تو حاضر و ناظر ہے، اس کی خبر بھی لطیف

Marfat.com

ہے اس کی سماعت بھی لطیف ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے کہ اگر رائی کے دانے سے چھوٹا بھی تم نے کام کیا تو وہ بھی اللہ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا خریدی ہے آخرت کے بدلے۔ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کم نہیں کرے گا اور نہ ان کی کوئی مدد کرے گا۔

آپ کو یاد ہو گا میں نے عرض کیا تھا کہ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر ہمارے بزرگان، علماء اور انبیاء ہماری مغفرت کرادیں گے، تو ہم جہنم میں نہیں جائیں گے۔ اور اگر جائیں گے بھی تو چند روز، سات روز رہ کر اس میں سے نکل جائیں گے اور ہماری سزا کم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں، یہ کاذب ہیں انہوں نے قتل و غارت گری کی، انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے دین کو اپنی پسند کا دین بنالیا ہے' ان پر عذاب کی کوئی کمی نہیں کراسکتا۔ ان پر شدید عذاب ہو گا۔

یہاں تک تو آپ کو بتایا جا چکا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ .... الْقُدُس۔ میں نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی، ایک نظام، ایک شریعت عطا فرمائی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

Marfat.com

ساری کتاب اکٹھی تختیوں پر لکھ کر عطا فرمائی۔ وہ کتاب اُن سے نہ اُٹھ سکی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہر تختی کے لئے ایک فرشتہ بھیج دیا۔ پھر بھی وہ اتنی بھاری تھی کہ فرشتوں سے نہ اُٹھ سکی کیوں کہ وہ اللہ کا کلام تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے ایک ایک حرف کے لئے ایک ایک فرشتہ بھیجا پھر بھی نہ اُٹھ سکی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے اس کو ہلکا کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور اُن کی اُمّت کے لئے۔ اس طرح انہوں نے وہ کتاب اٹھائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے پیارے نبی موسیٰ کلیم اللہ کو جو کہ مجھ سے بات کرتے تھے۔ ساری کتاب ساری شریعت بیک وقت دی جو اُن کے لئے اور تمہارے لئے بھی آسان تھی۔ تم سب نے مل کر اپنے لئے اور اپنے آنے والی نسلوں کے لئے وعدہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اس پر عمل کریں گے۔

اس کتاب میں یہ بھی لکھا کہ جب میرے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو ان کی یہ نشانیاں ہیں۔ تو جتنے انبیاء آئے اور جتنی اُمتیں آئیں سب پر ان کی اطاعت لازم ہے۔ تو تم نے اس کتاب کو جھٹلایا، نفس اور دنیا کی

خواہش میں تم اتنے متکبر ہوگئے کہ تم نے اس کو نظر انداز کیا۔ پھر یہی نہیں وقفینا من بعدہ الرسل ؛ قفہ کہتے ہیں نقشِ قدم پہ چلنے کو، پیچھے آنے کو جیسے سلسلے میں حضرت مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے ہمارے سلسلے کے بزرگان آئے ہیں۔

امام اولیاء حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور اس کے بعد فرداً فرداً یہاں تک کہ شاہ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ اور شاہ عارف سرکار رحمتہ اللہ علیہ۔ پچھلی اُمتوں میں شریعت لے کر رسُول آتے تھے۔ اور شریعت کے احکام پر عمل کرانے کے لئے، اور مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء آتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں انبیاء بھی تھے۔

تفسیر کبیر میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار ہزار پیغمبر آئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرانے کے لئے لوگوں کو تبلیغ کرتے رہے۔ اور اللہ کے راستے پر لانے کی کوشش کرتے رہے۔

تو تمہارے ساتھ ہم نے یہ احسان کیا کہ حضرت موسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام کو بھیجا، ان کو کتاب دی۔ انہوں نے تمہیں سمجھایا۔ تم سے عہد لیا۔ تمہاری تعلیم کی تمہیں معافیاں دلوائیں تم نے خطائیں کیں۔ تم نے سامری کے بچھڑے کی پوجا کی، اس خطا کو معاف کرایا، تمہارا تزکیہ کیا، تمہاری اُمّت کے جو گنہگار تھے انہیں قتل کیا۔ پھر طور پر جا کر اللہ تعالیٰ کی آواز سُنوائی۔ یہ سب کچھ کیا۔ اتنا کرنے کے بعد بھی تم اس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

میں نے صرف یہی احسان نہیں کیا بلکہ چار ہزار پیغمبر تمہاری اصلاح کے لئے بھیجے واٰتینا عیسی ابن مریم البینات .. اور اس کے بعد میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انبیاء علیہم السلام کا جہاں بھی ذکر آیا ہے وہاں اُن کی اولاد کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس کے بیٹے ہیں، کسی جگہ ذکر نہیں کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے پھونکا تو ان میں رُوح پڑی۔ اس وجہ سے انہیں رُوح القدس بھی کہتے ہیں۔

اس کے بعد عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا، ہم نے اپنے دوست اپنے پیغمبر موسیٰ کلیم اللہ کو بھیجا کتاب کے ساتھ۔ تمہاری ان سے تعمیر کروائی۔ تمہارے ایمان کی تجدید کرائی تمہیں

Marfat.com

فرعون سے نجات دلائی، تمہیں ایک نئی شریعت عطا کی۔ تم سے عہد لیا پھر بھی تم نہ سُدھرے۔

پھر ہم نے چار ہزار پیغمبر بھیجے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلنے والے۔ قفّاءُ۔ قفنا کہتے ہیں پُشت یا نشانِ قدم۔ وقفینا.... رسل۔ اِن کے نشانِ قدم پہ میں نے بعد میں اس کے علاوہ ان کی پشت سے رسول بھیجے۔ تم پھر بھی نہ سُدھرے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تمہارے لئے آسانیاں لے کر۔ آسانی اس طریقے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہت ساری شریعت کا حصہ منسوخ کر دیا اور نئے احکامات لے کر آئے۔ اور ان کے لئے آسانی کردی، دین کو آسان بنا دیا۔

'اتینا عیسی ابن ... بینات۔ وہ تو صاف نشانیاں لے کر آئے جو وہ ماں کی گود میں تھے تو کہا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور روح القدس ہوں۔ اور میرے رب نے میری ماں کی حفاظت فرمائی جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے اور وہ ان کے لئے غذا لاتے اور مجھے روح القدس عطا فرمایا۔

مریم کا مطلب ہے خادمہ۔ مریم کا مطلب ہے کہ

بیت المقدس کی خدمت کے لئے حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ نے انہیں وقف کر دیا تھا۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ یعنی قبلۂ اوّل کے لئے وہ وقف کر دی گئی تھیں۔ اس وجہ سے اُن کا نام مریم رکھا گیا۔ مسلمان جب کسی کا نام یا کوئی بزرگ کسی کو مریم کا خطاب دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے انہوں نے ان کو دین کی خادمہ کا فرض سونپا ہے۔

اے عزیزانِ محترم!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کُھلی نشانیوں کے ساتھ اور وایدناہ بروح القدس.. اور انہیں مضبوط کیا اس پاک روح سے۔ تفسیر میں رُوح القدس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو حضرت جبریل علیہ السلام نے جو پھونکا تھا اس کا نام ہے رُوح القدس۔ دوسرا یہ کہ خود حضرت جبریل علیہ السلام بھی روح القدس ہیں، پاک رُوح ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے تھے، ان کی مدد کرتے تھے۔

یاد رکھیں کہ صرف ۲۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔

جواب : بچپن سے ماں کے پیٹ سے اور ۲۳ سال

Marfat.com

تک جب تک وہ عرش پر نہیں چلے گئے چوتھے آسمان پر تھے، اس وقت تک جبریل علیہ السلام ان کے ساتھ رہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ عام انسانوں کی روح بشری ہوتی ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح مَلکی تھی۔ یعنی فرشتوں کی طرح۔ اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام نے بنفسِ نفیس رُوح پھُونکی۔ اور اس کا اثر یہ تھا کہ جس پر ہاتھ رکھ دیا اس کا کوڑھ ختم ہو گیا، اگر کسی کو پھُونک دیا تو مُردہ زندہ ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہونے کے ساتھ ہی بولنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اتنی بڑی نشانی اتنی عظیم ہستی کو دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار معجزات عطا فرمائے۔ کچھ معجزات تو ان کی زندگی میں ہی ظاہر ہو گئے اور کچھ معجزات اس وقت ظاہر ہوں گے جب وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں دنیا میں تشریف لائیں گے۔

یاد رکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت میں چار ہزار انبیاء پیغمبر گزرے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں سارے انبیاء آئے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، سارے کے سارے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی اُمّت میں سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ہیں۔

جب حضرت عیسٰی علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی بن کر آئیں گے۔ اور پھر دینِ اسلام کا عروج ہوگا۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے کہ تمہارا رویہ کیسا رہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اور دین کے ساتھ۔ افکلما جاءکم پھر جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا۔ بما لا تھوٰی .... استکبرتم۔ ھوٰی کہتے ہیں خواہش کو تھوٰی معنی جس کی تم نے خواہش کی۔ تو تمہاری اپنی خواہش اور مرضی اور نفس کے خلاف کوئی حکم لے کے آیا تو کیا تم نے استکبرتم تم نے کبر کیا استکبار کیا۔ ففریقاً کذّبتم اس کو تم نے جھٹلایا۔ ففریقا تقتلون ہ اور کچھ کو تم نے قتل کیا۔

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دل برداشتہ نہ ہوں، یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں، آپ کو ایذا پہنچاتے

Marfat.com

ہیں۔ آپ کو زہر دیتے ہیں آپ پر جادو کرتے ہیں۔ آپ پر کوڑا پھینکتے ہیں۔ انہوں نے تو اپنے انبیاء کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا۔

میں نے ان پر کیا کیا احسان کئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، چار ہزار پیغمبر اُن کی اصلاح کے لئے بھیجے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ اتنی طاقتوں اور توانائیوں کے ساتھ۔ اتنے معجزات، آسانیاں اور محبت کے ساتھ۔ وہ اپنی اُمّت کے لئے محبت کا ایک نمونہ تھے۔ ہر نبی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی صفت ملی ہے۔ اور سب انبیاء کی ساری صفات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک میں ہیں۔

تو اے عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی میرا نبی آیا میرا پیغام لے کر اور تمہارے نفس کے خلاف اگر کوئی ہو گیا تو تم میں سے کچھ لوگوں نے اُن کو جھٹلایا اور کچھ لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ توریت تختیوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ اور ہر تختی کے لئے ایک فرشتہ مقرر کیا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ اُٹھا سکے اور جب فرشتے بھی اس تختی کو نہ اُٹھا سکے

Marfat.com

تو مدد کے لئے ایک فرشتہ بھیجا گیا۔ جب وہ بھی نہ اُٹھا سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اس کو ہلکا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام کچھ ایسا ہی ہے۔

کلامِ پاک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لوانزلنا ..... حشیتہ اللہ۔ اگر یہ کلام پاک پہاڑوں پر نازل ہوتا، تو خشیتِ الٰہی سے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے انسان یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کے قلب کو اور سینے کو یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ اس قرآن پاک کو جگہ دے جو اگر پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ وہ قرآن پاک خون اور لوتھڑے کے وجود کے اندر رہتا ہے۔ اور اس کو جگمگاتا رہتا ہے، اس کو نورانی کر دیتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو کام دوسرے رسولوں کی پُشت پر آنے والے انبیاء نے کیا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

پھر ان کی پُشت پر، ان کے نقشِ قدم پر ہم نے پیغمبر بھیجے، جو ان کی اصلاح اور تبلیغ کے لئے کام کرتے۔ جو کام اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور انبیاء کے لئے کیا تھا وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس اعزاز کے

Marfat.com

ساتھ بخشا کہ ان کو خاتم النبیین قرار دیا۔ لیکن ان کی اُمّت کے علماء اور مشائخ وہی کام کریں گے جو کہ انبیاء کرتے تھے۔ یعنی شریعت کے احکام پر تعمیل کرانا، اللہ کے بندوں کو اللہ کے قریب لانا۔

اولیاء اللہ کا کیا کام ہے؟ کہ اللہ کے بندوں کو جو اللہ سے دُور ہیں ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی اطاعت کی خواہش ڈال دینا اور اللہ تعالیٰ سے قریب کر دینا۔ انبیاء اور اولیاء اللہ کا کام ہے بندوں کو اللہ کے قریب کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک چرواہا تھا، وہ بڑے جذب میں رہتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ہی عشق کرتا تھا۔ ایک روز تصوّر میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا شکل ہے، کیا ہستی ہے؟ وہ اپنی محبت کے جذبے سے سرشار ہوا، تو کہتا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ! تُو مجھے مل جائے تو میں تیرے سر کی جُوئیں نکالوں، تجھے کنگھا کروں، تجھے نہلاؤں دُھلاؤں، تجھے اچھا کپڑا پہناؤں۔ یعنی اس چرواہے کے تصور میں جو آرہا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی نذر کرنا چاہتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے سے کہا کہ آپ نے

Marfat.com

تو یہ کفر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تو سراپا نور ہے، وہ ہمارے جیسا تو نہیں ہے، ہاں اس کے بعض بندے ہوں گے جن کے سروں میں جوئیں ہوں گی۔ کیا وہ کپڑے کا محتاج ہوگا؟ یہ تم نے کیا کیا۔ اس چرواہے کا تو سب کچھ اس کا رب تھا۔ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ پاگل ہوگیا اس نے کپڑے پھاڑ دیئے اور جنگل میں چلا گیا۔ ہائے میں لٹ گیا، میں برباد ہو گیا، میرا تو کچھ بھی نہیں تھا، میرا تو ایک رب تھا، میں نے تو اپنی غلطی سے اس کو ناراض کر دیا، اب میں کیا کروں؟

اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے موسیٰ! میں نے تو تمہیں بھیجا تھا کہ میرے بندوں کو میرے قریب لاؤ، میں نے تمہیں اپنے بندوں کو دور کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ تو نے میرے اس بندے کو جو مٹ گیا ہے، فنا ہوگیا ہے، مجھ پر۔ وہ کس پیار سے مجھ سے بات کر رہا تھا، تم نے اس کو مجھ سے دور کر دیا، بہت برا کیا۔

مولانا روم نے اس کو اپنی مثنوی میں کہا ہے ؎

"وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

Marfat.com

تو اس طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چار ہزار پیغمبر آئے اُن کی شریعت کے احکام پر عمل کرانے کے لئے۔ اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے قریب لانے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں علماء اور مشائخ قیامت تک آتے رہیں گے۔ جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے قریب کریں گے۔

اور یہ علماء جس میں علمائے ربانی ہوں گے، مجدد ہوں گے، جو وقت کی ضرورت کے مطابق دین کا تجدیدی خاکہ پیش کریں گے کہ قرآن اور سُنّت پر آج کے زمانے میں کیسے پر عمل کریں۔

اس زمانے میں اُونٹ ہوتا تھا جہاز نہیں ہوتے تھے۔ میرے حضور فرماتے ہیں جب جہاز ٹیک آف کرے تو پڑھو "سبحان اللہ" اور جب وہ اُترے تو پڑھو "الحمدللہ"۔ یاد رکھو کہ ولی کی ایک ذمہ داری ہوتی ہے، وہ ذمہ داری ہے اللہ کی مخلوق کی حفاظت کرنا۔ شیطان اور نفس سے بھی اور دنیا کے خطرات سے بھی۔ کہ جب کوئی اللہ کا ولی پڑھتا ہے "سبحان اللہ" تو اس جہاز کے تمام مسافر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتے ہیں اور آپ پر لازم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

جب وہ خیریت کے ساتھ نیچے اُتر جائے تو اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کریں "الحمدللہ!"

یاد رکھیں کہ یہ اعزاز جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو ملا ہے وہ کسی کو نہیں ملا۔ کسی اُمّت میں کسی نے توریت کی کسی نے زبور کی کسی نے انجیل کی تفسیر نہیں لکھی مگر علمائے ربانی نے قرآنِ پاک کی تفسیریں لکھیں اللہ کے کلام کے مفہوم کو اپنی باطنی بصیرت سے دیکھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور پھر وہ مخلوق تک پہنچاتے بھی ہیں۔ اسی کا نام تفسیر ہے۔

اے عزیزانِ محترم!

سائیں توکل شاہ صاحب انبالے کے رہنے والے ہیں۔ بہت بڑے بزرگ تھے نقشبندیہ سلسلے کے۔ ان کے ہاں ایک درویش رہتا تھا۔ ایک دن نماز میں امام صاحب نے تلاوت میں غلطی کر دی (آپ پڑھے لکھے نہ تھے) تو اس خادم نے اس درویش نے اس کی تصحیح کرنی شروع کر دی۔ تمام لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ یہ تو پڑھے لکھے بالکل نہیں نہ قاری، نہ حافظ یہ کیسے ہو گیا؟

Marfat.com

حضرت سائیں توکل شاہ صاحب کو پتہ چلا تو وہ بڑے جلال میں آئے انہیں بلا کر کہا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ غلط تلاوت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا سرکار جب وہ تلاوت کر رہے تھے اس وقت لوحِ محفوظ سے میرے قلب پر کلام پاک نازل ہو رہا تھا۔ اور جب میں کلام پاک کی آیت دیکھتا تھا اور اس کی آواز سُنتا تھا تو اس میں فرق ہوتا تھا تو میں قلب کی طرف نظر کر کے پڑھ لیتا تھا۔

انہوں نے کہا کہ تم پر لوحِ محفوظ کا فیض اُترا تو تم سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں تو پتہ نہیں کب سے لوحِ محفوظ پر بیٹھا ہوا ہوں، میں نے تو کسی سے کچھ نہیں کہا، کسی عالم کی کسی حافظ کی تصحیح نہیں کی۔

یہ جو علمائے ربّانی ہیں ان کے دل کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت کے نُور سے معمور کیا ہوا ہے۔ وہ کلام پاک کا صحیح مفہوم اللہ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کیا منشا تھی۔

ایک قانون بنتا ہے۔ قانون کے کچھ زاویئے اور الفاظ

ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے پسِ پشت وہ معمولات ہوتے ہیں، وہ معاملات ہوتے ہیں جو اس قانون کے دائرۂ عمل میں آتے ہیں، اس کو وہ کور کرتے ہیں۔ اس طرح شریعت بھی معاملات و معمولات اور ان کے اطلاق کی تمام چیزوں کا احاطہ کرتی ہے، جس کے لئے وہ آیت نازل ہوتی ہے۔

یہاں اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کے اسلام کا ذکر ہوا۔ جب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو عیسیٰ ابنِ مریم کہا۔ کلامِ پاک میں یہ واحد خاتون ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے سات بار ذکر کیا ہے، اگرچہ وہ پیغمبر نہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا علی النساء العالمین ہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی عورتوں میں سے تم کو پسند کیا ہے۔ اور ان کو فائز فرمایا۔ جیسے اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بنی اسرائیل! تمہارا آپس کا کشت و خون جو تم اب بھی کرتے رہتے ہو، یہ ظالموں کی پشت پناہی کرتے ہو۔ اور جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ غلطی اور خطا سے نہیں ہوتی ہے۔ اگر غلطی اور خطا سے ہوتی تو ایمان جوش مارتا اور تم نادم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے توبہ کرتے۔ اور میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مُبارک پر ایمان لاتے۔

لیکن یہ سرکشی عناد سے ہے جو تم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جو کہ کتاب والے جلیل القدر پیغمبر تھے، ان سے کی۔ اور پھر چار ہزار پیغمبروں کے بعد بھی تم حُبِّ دُنیا اور حُبِّ نفس میں مبتلا رہے۔ اِسی حُبِّ نفس اور حُبِّ دنیا کی وجہ سے تم ایمان سے محروم ہو۔

تو جب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے یہ کلام کرتا ہے، تو اس میں مسلمانوں اور مومنین کے لئے بھی وصیّت (نصیحت) پوشیدہ ہے کہ کبھی اپنے قلب کو حُبِّ نفس اور حُبِّ دُنیا میں گرفتار نہ ہونے دو۔ اس آیتِ مبارکہ کے کچھ اصول مرتّب ہوئے جنہیں فائدے کہتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ مومن کی مخالفت اور اس کو قتل کر دینا بھی کُفر نہیں ہے۔ جب تک کہ فاعل کا عقیدہ خراب نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کافر نہیں کہا فاسق کہا ملعون کہا۔

لیکن اگر کسی پیغمبر کو قتل کریں اور اس کی مخالفت

کریں تو وہ کفر ہو جاتا ہے۔ یہ فرق ہے پیغمبر کی مخالفت کا جو کفر ہے۔ پیغمبر کا قتل کفر ہے۔ مومن کا قتل و مخالفت بھی چاہے وہ دنیا کے لئے ہے لیکن اگر اس کا قتل اور مخالفت اس لئے ہو کہ وہ ایمان نہ رکھتا ہو، تو پھر وہ کفر ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے جیسے میں نے عرض کیا کہ امّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء و مشائخ صاحبِ درجات ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص کام دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے کام ان کے حوالے کئے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ بعض نبی بعض نبیوں کے اطاعت گزار ہیں۔ جیسا کہ سارے انبیاء علیہم السلام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت گزار ہیں۔ ان کی اُمّت میں ہیں اور چار ہزار پیغمبر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تشریف لائے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اطاعت گزار ہیں۔ اس لئے کہ ان کی شریعت پر عمل کرانے کے لئے تشریف لائے۔

چوتھا اصول جو مرتب ہوا وہ یہ کہ تکبّر اور غرور نبوّت

Marfat.com

سے دُور اور رحمتِ خُدا سے محروم کرنا ہے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل میں تکبّر بھی تھا اور غرور بھی تھا۔

اگلی آیت میں ان کے غرور اور تکبّر کی مثال آئے گی۔ چونکہ ان میں تکبر اور غرور دونوں تھے، کچھ لوگ نبوّت سے دُور ہو گئے اور جب نبوّت سے دُور ہو گئے تو رحمتِ خداوندی سے بھی دُور ہو گئے۔

خدا اس وقت تک نہیں ملتا جب تک کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا ایمان مکمل نہ ہو، ان کا احترام نہ ہو، ان کی اطاعت اور ان کی محبت نہ ہو۔ اگر یہ تکبّر آپ کے دل میں کُفّار کے خلاف ہے یعنی کُفّار کو آپ کمتر جانیں تو یہ جائز ہے۔ روحانیت ہے، ہدایت ہے۔ لیکن اگر مؤمن کے خلاف تکبّر ہے تو یہ عین گناہ ہے۔ یاد رکھیں تکبّر صرف اس کے خلاف جائز ہے جو اللہ کا باغی ہو، جو اللہ کا اطاعت گزار ہو، اس کے خلاف تکبّر جائز نہیں ہے۔ اور یہ تکبّر انبیاء کے مقابلے میں ہو تو کُفر ہو۔

بنی اسرائیل اپنے انبیاء کے مقابل تکبّر کرتے تھے، ان کو جھٹلاتے تھے، قتل کرتے تھے، تو وہ کُفر کرتے تھے۔ وہ

بنی اسرائیل جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور موجود تھے، اور ان تک ان کا پیغام پہنچ گیا۔ اور پھر انہوں نے تکبّر کیا تو وہ کفر میں مبتلا ہوئے۔

اس سے ایک اور اصول مرتب ہوا کہ ہر مفید چیز سے کسی کو استفادہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل اور مُشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت سے استفادہ نہیں کر سکے۔ جیسا کہ آج بھی محمد عبدالوہاب کے پیروکار ہیں جو فیضِ رسالت سے استفادہ نہیں کر سکے۔ فیوضِ اولیاء سے استفادہ نہیں کر سکے۔

اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مفید چیز ہر ایک کو فائدہ پہنچائے، یہ اللہ کی توفیق اور اس کے فضل وکرم سے ہے کہ آپ اس کا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نفس کی محبت، دنیا اور عیش پسندی اور سرداری کی طمع رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے۔

ایمان کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ سرِ تسلیم خم کرنا اور نفس کو جھکانا ہے اللہ کی بارگاہ میں، اپنے کو جھکانا ہے اللہ کی بارگاہ میں۔ اور نفس کی خواہش نہ رکھنا۔ تو جس نے

Marfat.com

نفس کی غلامی کی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر تم ایمان کامل چاہتے ہو تو نفس کو ان عیوب سے پاک کرو۔ سرداری کا شوق ہو نہ دنیا کا شوق ہو اور نہ نفس کی غلامی ہو، نہ عیش پسندی ہو، تب ایمان کامل ہوگا۔

اے عزیزانِ محترم!

طریقت کیا ہے؟ آپ نے عبدِ اللہ کا لفظ تو سنا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وجود کو خاموشی سے دفن کر دو۔ آپ کے وجود میں جو آپ کی تمنا ہے اس کو دفن کر دو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا وجود نہ ہو، اس کا نام ہے ایمان، اس کا نام ہے طریقت۔ اس کا نام ہے فقیری۔

اگر اپنے وجود کو دفن کرنا ہے تو اس کا لازم و ملزوم یہ ہے کہ شہرت کی خواہش دل سے نکل جائے۔ یہ نہ ہو کہ کوئی آکے سلام کرے، کوئی ہاتھ چومے، کوئی جا کے کسی سے ذکر کرے کہ یہ بڑے بزرگ ہیں، یہ خواہشیں اللہ سے دور کر دیتی ہیں۔ شہرت کی خواہش انسان کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

جب اپنا وجود ختم ہو گیا تو سمجھنا چاہیئے کہ اپنی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش بھی ختم ہو گئی، جب ایسا ہو جائے

Marfat.com

گا تب آپ اس راستے پہ گامزن ہو جائیں گے جس راستے پہ چل کر فنا فی اللہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ کسی نے یہ شعر کیا خوب کہا ہے کہ

خود کو ایسا بنا کہ تو نہ رہے
تجھ میں اپنی خودی کی بو نہ رہے

نفس کو پہچاننے کے لئے اس کے عیوب کو پہچاننا بڑا ضروری ہے۔ میں آپ کو گنوا دیتا ہوں کہ نفس کے عیوب کیا ہیں۔ پہلی بات خود پسندی، یعنی اپنی ہر بات اچھی لگنے لگے، دوسرا ہے غرور، اگر ہم اس کو دیکھیں تو ہم سب اس میں مبتلا ہیں۔

پہلا کیا ہے خود پسندی، دوسرا ہے غرور، تیسرا ہے ریا کاری اور چوتھا ہے غصّہ، پانچواں حسد، چھٹا مال کی محبت اور ساتواں عزّت کی چاہت۔ ہو سکتا ہے کہ کسی میں مال کی محبت نہ ہو لیکن عزت کی چاہت، غصہ اور تکبّر زیادہ ہو یعنی کوئی نہ کوئی عیب ہو۔

تو اپنے نفس کے عیوب کو ذہن میں رکھیے۔ جب نفس کے عیوب کو ذہن میں رکھیں گے تبھی اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ تو خود پسندی، غرور، ریاکاری، غصہ، حسد، مال

Marfat.com

کی محبت اور عزت کی چاہت کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیں۔

اے عزیزانِ محترم! دوزخ کے بھی سات دروازے ہیں۔ جنہوں نے نفس کے ان سات عیوب پر قابو پالیا، اللہ تعالیٰ اُن پر کرم فرماتا ہے اور دوزخ کے ساتوں دروازے ان کے لئے بند کر دیتا ہے، وہ اندر نہیں جا سکتے۔ اس لئے کہ ایمان کا دروازہ کھلتا ہے جب نفس کے اُن عیوب کو آپ تالے میں بند کر دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن اُدھم رحمتہ اللہ علیہ (یہ ہمارے سلسلے کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔) اور جو بادشاہت چھوڑ کر فقیری میں آئے تھے۔ انہوں نے ایک نصیحت کی ہے فقراء کے لئے اور عام آدمی بھی اُس پر عمل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دُم بننا گوارا کرنا، سَر بننا گوارا نہ کرنا۔ اس کہ سزا کے وقت سر ہی کی شامت آتی ہے۔ جب سزا ملتی ہے تو سر کچلا جاتا ہے، یا کاٹا جاتا ہے۔

تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ عاجزی اختیار کریں۔ عام بندے جیسا بنو، اپنے کو سردار بنانے کی کوشش نہ کرو۔

Marfat.com

اللہ تو جس سے کام لینا چاہتا ہے اس سے کام لے لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وقالوا قلوبنا غلف..... بکفرھم ؕ یہ لوگ جو دین سے انکار کرتے ہیں چاہے وہ بنی اسرائیل ہوں یا عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنکرین ہوں۔ سب کا دعویٰ کیا ہے؟ یہ ہی کہ قلوبنا غُلف ؕ ہمارے قلب پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ غلاف جو ہوتا ہے وہ باہر کی کثافت کو اندر نہیں جانے دیتا۔ تو کہتے ہیں کہ تمہارے وعظ کا گرد و غبار ہمارے قلب تک نہیں پہنچتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دلوں پر ہمارے اپنے دین کے علم کی تہہ اس طرح سخت جمی ہوتی ہے کہ اس کے اندر سے کچھ بھی پاس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ جب سردی بہت ہوتی ہے تو پانی کے اوپر کی سطح جم جاتی ہے۔ پپڑی سی بن جاتی ہے۔ اگر سردی کافی دنوں تک رہے تو وہ سارا پانی برف بن جاتا ہے اور اگر یہ پروسس برسہا برس تک رہے تو پانی چونکہ مائع چیز ہے وہ بھی پتھر بن جاتا ہے جیسے گلیشئرز بنتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر ظلم کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔

Marfat.com

دراصل وہ تکبّر اور کبر کا غلاف ہے، حُبِّ دنیا اور انبیاء کی توہین کا غلاف ہے۔ انبیاء سے عداوت کا غلاف ہے۔ اس وجہ سے وہ پانی پتھر بن گیا ہے۔ اس کے نیچے اب کچھ نہیں پک سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسی بات نہیں ہے۔ اُن کے دل علم و حکمت سے معمور اور دین کی سمجھ سے بھرپور ہیں۔ اس لئے وہ آپ کا دین قبول نہیں کرتے بلکہ لعنھم اللہ بکفرھم... منھم۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر دی ہے۔

لعنت کیا ہے؟ لعنت، رحمت سے محرومی ہے۔ رحمت، علم، ہمت اور ایمان سے محرومی لعنت ہے۔ شیطان کو جب رحمت سے دُور کر دیا گیا اور آسمان سے نیچے پھینک دیا گیا تو وہ رحمتِ الٰہی سے دُور ہو گیا۔ تو یہ وہ لوگ ہیں جو رحمتِ الٰہی سے دُور ہو گئے ہیں اپنے کُفر کی وجہ سے، اپنی طغیانی کی وجہ سے، اپنی بغاوت کی وجہ سے، اپنی نفس پرستی کی وجہ سے، اپنی وجاہت پسندی کی وجہ سے، اپنی خود پسندی کی وجہ سے یہ لوگ دین سے دُور کر دیئے گئے ہیں۔ اب اُن میں سے کچھ ایسے

ہیں جن تک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی روشنی پہنچ جاتی ہے بڑی مشکل سے۔ کہیں ایک آدھ رہ گئے ہوں تو ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لے آتے ہیں۔ اکثریت بنی اسرائیل کی جو ہے وہ اب بھی باغی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے یہ جو اُن کا دعویٰ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سُن کر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے، دل تو مقامِ یقین ہے۔ اگر صحت مند ہوگا تو وہاں یقین ٹھہر سکے گا۔ اگر دل بیمار ہو گیا نفس پرستی سے، وجاہت پرستی سے دُنیا پرستی سے تو پھر اس دل میں ایمان نہیں سما سکتا۔ یہ جو ہمارے دل پر غرور کے غلاف ہیں، یہ علم کے غلاف ہیں، یہ غلاف علم کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ تو ان کو اکساتے ہیں اسی بات پہ کہ وہ کہیں کہ شریعتِ محمدی یہ نہیں ہے۔ ان کے دل میں کوئی بات نہیں پہنچ پاتی۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت بھیجی ہے۔ جب تک کہ آپ انبیاء اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء اور ان کے غلاموں یعنی اولیاء اللہ پر ایمان اور ان کی قدر اِن کے دلوں میں نہیں ہوگی۔ ان کی

Marfat.com

محبت اور ان کا عرفان پیدا نہیں ہوگا۔ اس وقت تک ان کا کلام، ان کا فیضان آپ کے قلب تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔

دل تو اسی وقت اللہ کا گھر بنتا ہے، جب دل سے خود اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا عرفان ہو جنکے دل اللہ تعالیٰ کی عظمت کے عرفان سے محروم ہوں گے تو کہاں اللہ تعالیٰ ان کے دل میں ہوگا۔ ان کے دل انبیاء کے خلاف سخت ہو جائیں گے اور وہ فضل و رحمت سے دُور ہو جائیں گے۔ یہ بیماری انسانوں کی اپنی صلاحیتوں کو بگاڑ دیتی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ دل جو صاف ہو گیا ہے، یہ مومن کا دل ہے، اور اس صاف دل میں چراغ چمکتا ہے۔ دوسرا دل وہ ہے جو غلافوں میں لپٹا ہوا ہے۔ کوئی چیز اس تک نہیں پہنچتی۔ یہ کافروں کے دل ہیں، جہالت کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ تعصب کا، نخوت کا، اور کبر کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس وجہ سے وہاں تک ایمان نہیں پہنچتا۔

تیسرا جو ہے وہ اندھا دل ہے، یہ منافقوں کا ہے۔ وہ حقیقت کو دیکھ نہیں سکتا۔ ان کی آنکھیں جا دُو دیکھتی ہیں۔ ان کے سامنے وہ ایمان لاتے ہیں، ایمان کی باتیں کرتے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں مگر ان کی پیٹھ پیچھے وہی کُفر کی باتیں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ آنکھ تو دیکھ لیتی ہے ایمان کو، دل کی آنکھ ایمان کو نہیں دیکھ سکتی۔

اور ایک چوتھا دل ہے، اس کا ایک حصہ سیاہ ہوتا ہے اور ایک حصہ سفید۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی مومن بنتے ہیں کبھی منافق بنتے ہیں۔ تو یاد رکھیں اگر ایمان کے ساتھ آپ منافقت کی باتیں کریں گے تو آپ کے دل کا ایک حصہ سیاہ ہو جائے گا۔ اور ایمان کا حصہ کم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا فضل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری وہ نفسانی خواہشات جو ہمیں اللہ تعالیٰ سے دُور کر دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہری اور باطنی صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

سُورۂ بقرہ الٓمّٓ

آیت نمبر ۹۳ تا ۹۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ
الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ
قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ق وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ
الْعِجْلَ بِکُفْرِہِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖٓ
اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ قُلْ اِنْ
کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً
مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ ہ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ

Marfat.com

اَیۡدِیۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ۝ وَ
لَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ ۛۚ
وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا ۛۚ یَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ یُعَمَّرُ
اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ
اَنۡ یُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ؒ

ترجمہ:

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کے لئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔ اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو اور بے شک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اور مشرکوں سے ایک کو تمنّا ہے کہ کہیں ہزار برس جیئے اور وہ اسے عذاب سے دُور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے کوتک دیکھ رہا ہے۔

اے عزیزانِ محترم!

پچھلی نشست میں میں نے آیت نمبر ۹۶ کی تلاوت کی، پہلی جو آیت ہے وہاں تک کی میں نے تفصیل بیان کی تھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ جو دعویدار ہیں اس بات کے کہ وہ صاحبِ ایمان ہیں، اور توریت جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی اور اس پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان میں اتنے پختہ ہیں کہ کوئی اور بات ان کے قلب میں گھُس نہیں سکتی۔ اور وہ تو اللہ کے پیارے ہیں، ان کے بزرگان ان کو بخشوا لیں گے اگر ان کے گناہ بھی زیادہ ہوئے، تو وہ دوزخ میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ ان کے ایمان کی ایک آزمائش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی موت سے انہیں کتنا پیار ہے، کیا یہ مرنے کے لئے تیار ہیں؟ اس دنیا کو

Marfat.com

چھوڑ کر آخرت کے لئے تیار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی دلیل سے اور واقعات سے ثابت کیا کہ یہ ہرگز نہیں کریں گے، اس لئے کہ جب یہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بھی کہتے ہیں کہ تم ہزار سال کے ہو جاؤ۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ تو دنیا میں جتنے بھی ہیں ان سب سے زیادہ حریص ہیں جینے کے لئے۔ یہاں تک کہ مشرکین سے بھی زیادہ، جن کو یہ گمراہ اور گناہ گار کہا کرتے تھے۔ اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ہزار سال عمر ہو، لیکن یہ ہزار سال کی عمر اس کو عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ یہ کیا کرتے ہیں؟

یہ تو صریحاً فسق و فجور میں، دنیا کی محبت میں اور گناہوں میں ملوّث ہیں۔ یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اس لئے نہیں لاتے کہ یہ دنیا کی شان و شوکت اور دولت و آرام و عیش ان کو زیادہ پیاری ہے۔ یہ عیاش قوم ہے۔

بنی اسرائیل کی ایک یہ بحث ہوا کرتی تھی کہ جس طرح سے رافضی کہتے ہیں کہ وحی تو اترنی تھی حضرت علی کرم اللہ

Marfat.com

وجہہ پر لیکن جبریل علیہ السلام کی غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلی گئی۔ یہ بھی تو بنی اسرائیل کے شاگرد ہیں۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ آنا تو چاہیئے تھا پیغمبری کو بنی اسرائیل میں لیکن جبریل علیہ السلام ہمارے دشمن ہیں اس وجہ سے انہوں نے یہ وحیٔ رسالت بنی اسماعیل تک پہنچادی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام کا کام تھا مومنین کے لئے بشارت لانا اور کافروں کے لئے عذاب لانا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمت اللعالمین ہیں، تو ان کی تشریف آوری کے بعد ان کا کام صرف یہ رہا کہ وہ بشارتیں لائیں اور اللہ کا پیغام لائیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے اور مومنین کے لئے۔

تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ' دیکھو یہودیوں کی ایمان سے مایوسی کی ایک وجہ یہ ہے، اس لئے کہ جو اللہ کی کتاب لانے والے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی خدمت پر مامور کیا ہوا ہے انہی سے ان کی دشمنی ہے، اب یہ ایسے نادان ہیں کہتے ہیں کہ ہماری تو جبریل علیہ السلام سے دشمنی

Marfat.com

ہے اور میکائیل علیہ السلام سے دوستی ہے۔ اس لئے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام تو بارش لاتے ہیں، جس سے ہماری فصلیں اچھی ہوتی ہیں اور خوشحالی آتی ہے۔

وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ دونوں مقربین بارگاہِ الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی دائیں طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں اور بائیں طرف حضرت میکائیل علیہ السلام ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام مطاعت ہیں، ان کی اطاعت تمام فرشتوں پر لازم ہے۔ تمام فرشتے مطیع ہیں اور وہ ایک دوسرے کو پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قربت کی وجہ سے۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دشمنی کرے تو میکائیل علیہ السلام ان کے دوست ہوجائیں۔ اللہ کے فرشتوں سے اللہ کے رسول سے جو دشمنی کرے گا، وہ اللہ کا دشمن ہوگا۔

تو ایک تو وہ دشمن اس وجہ سے ہوئے ہیں کہ ان کی عیش و عشرت کی زندگی کے خلاف، ان کے طرزِ زندگی کے خلاف احکامات لے کر آئے، اس لئے جو ان کے عیش و عشرت میں مخل ہو وہ ان کا دشمن ہے۔ تو اللہ کے پیارے

Marfat.com

مقرب ترین فرشتے سے دشمنی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے احکامات سے اِن کے عیش وعشرت میں خلل پڑتا ہے، دنیا کی محبت میں خلل پڑتا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کی شانِ نزول سے پہلے اس کا ترجمہ بتا دیں۔ قل من کان عدو لجبریل ... قُل، آپ کہہ دیجئے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کان عدو لجبریل، جو کوئی بھی جبریل علیہ السلام کا دشمن ہے اس سے آپ یہ فرما دیں کہ فانه نزل علی قلبك یہ جو کلام پاک اُتارا گیا ہے، ربِ کریم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے آپ کے قلب میں اُتارا ہے۔ یہ کلام اللہ کا ہے انہوں نے آپ پر اللہ کے حکم سے اُتارا ہے۔ فانه نزله علی قلبك باذن الله آپ کے قلب پہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے جو کلام پاک اُتارا گیا ہے یہ تو اللہ کے حکم سے ہے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام سے دشمنی تو اللہ سے دشمنی ہوئی، یہ ان کی میراث تو نہیں ہے۔ یہ تو میرا حکم تھا، میرا اذن تھا۔

اس کلام کی تین خصوصیات ہیں: مصدقا لما بین یدی جو تمہارے ہاتھ میں کتابیں ہیں انجیل اور توریت

یہ اس کی تصدیق کرتی ہیں ۔ وہ سارے عالم سے ان کتابوں کی شناخت کو تسلیم کراتی ہے ۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے جبریل علیہ السلام آپ کے قلب پہ اُتارنے کے لئے لے کر آئے ہیں ۔

یہ کہتے ہیں کہ توریت تو ایک دفعہ اُتری تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بھی سارے کلام پاک کو ایک دفعہ لوحِ محفوظ پر اُتار دیا اور وہاں سے رفتہ رفتہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر پر حضرت جبریل علیہ السلام لائے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جو کتاب ہے، یہ اللہ کی کتاب ہے۔

اس کی تین خصوصیات ہیں جو اور کسی کتاب میں نہیں ہیں ۔ اور یہ کہ آپ کے پاس جو کتابیں ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے ۔ ان کی شناخت دنیا سے منواتی ہے ۔ آپ کے دین کو یہ سچّا ثابت کرتی ہے ۔ وھدیٰ ، اور اس میں وہ خاص ہدایت ہے جو پچھلی تمام ہدایات کو منسوخ کرتی ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چار ہزار پیغمبر آئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ۔ اور توریت منسوخ نہیں

Marfat.com

ہوئی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی تو نئی شریعت آئی۔ اب یہ وہ کتاب آئی ہے جس میں وہ ہدایت ہے جس نے دوسری ہدایات کو تو منسوخ کر دیا لیکن اس کو کوئی منسوخ نہیں کرے گا۔

یہ دائم و قائم ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دین کو اللہ تعالیٰ نے کمالیت تک پہنچا دیا ہے۔ یہ ہے مصدقالما بین یدی کا مطلب۔ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اس کی تصدیق کرتی ہے کلام پاک آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس میں وہ ہدایت ہے جو پچھلی تمام ہدایات سے افضل ہے۔ اور اس سے افضل کوئی اور ہدایت نہیں آئے گی، جو اس کو منسوخ کر دے۔

وبشریٰ للمومنین ؕ اور مومنین کے لئے بشارت ہے اس میں تین خصوصیات ہیں۔ توریت اور انجیل نے جو مومنین تھے انہیں بشارت بھی دی تھی اور ان کے لئے عذاب کی وعید بھی تھی کہ اگر تم گمراہ ہوئے تو تم پر عذاب ہو گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سبب

Marfat.com

سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عذاب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ عذاب لے کر حضرت جبریل علیہ السلام آتے تھے، اب وہ اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب کے لئے تشریف نہیں لائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو مدینہ منورہ کے پاس ایک بستی "صدف" تھی جہاں یہودیوں کی ایک جماعت آباد تھی۔ ان میں عبداللہ ابن صوریا ایک عالم تھا، وہ اُن کو لے کر امتحان کی غرض سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں نبوّت کا تو ہم آپ کا امتحان لے لیں کہ کیا ان کا دعویٰ ہماری کتابوں کے مطابق ہے کہ نہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے گئے۔ سوالات میں غیب کا بھی کچھ علم تھا۔ تو وہ جاننا چاہتے تھے کہ اگر یہ صحیح جواب دیں گے۔ تو ہماری کتابوں میں لکھا ہے یا ہمیں انہوں نے بتائے ہیں، تو پھر تو یہ نبی ثابت ہو جائیں گے۔ اگر نہیں تو پھر ہم ان پر ایمان

نہیں لائیں گے۔

توسب سے پہلے عبداللہ ابنِ صوریا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سونے کا کیا حال ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں سوتا ہوں تو میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل جاگتا رہتا ہے۔ تو عبداللہ ابنِ صوریا نے کہا کہ آپ بالکل سچ کہتے ہیں۔ ہماری کتابوں میں بھی نبی آخرالزماں کی یہی پہچان ہے۔

اس کے بعد اس نے انتہائی مشکل سوالات کیے۔ جو سائنس کے اعتبار سے اس زمانے کے لوگوں میں عام نہیں تھا۔

توسب سے پہلے عبداللہ ابنِ صوریا کے جوابات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے جن سے وہ مطمئن ہوا۔ پھر اس نے دوسری دنیا کا ایک سوال پوچھا کہ جنتیوں کو جنت میں سب سے پہلی غذا کون سی ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مچھلی اور گائے کا گوشت انہیں جنت سے ملے گا اور روٹی زمین سے ملے گی، اس نے کہا آپ نے یہ جواب بھی بالکل ٹھیک دیا۔

پھر اس نے ایک اور سوال پوچھا کہ حضرت یعقوب

Marfat.com

علیہ السلام نے کون سی غذا اپنے اوپر حرام کر لی تھی ؟ (آپ یہ خیال رکھیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّیؐ ہیں۔ دنیا کا کوئی علم آپ نے کسی سے حاصل نہیں کیا اور ان سے کس طرح کے سوالات کئے جا رہے ہیں۔)

آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی بیماری تھی، اپنی صحت کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی اور نذر مانی کہ اے ربِ کریم! اگر آپ مجھے اس عرق النساء کے مرض سے شفا عطا فرمائیں تو اپنے نفس پہ میں یہ پابندی لگا دُوں گا کہ جو میری سب سے زیادہ مرغوب غذا ہے یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ، اُسے ترک کر دُوں گا۔

جب یہ جواب سُنا تو اس کو تسکین ہو گئی کہ یہ واقعی نبیٔ آخرالزماں ہیں اور کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے، میں اپنی تمام جماعت کے ساتھ ایمان لاؤں گا پھر اس نے ایک آخری سوال اور کیا کہ میں ایمان لانے سے پہلے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ پر وحی کون لاتا ہے ؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت

جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہیں اور یہی تمام انبیاء پر وحی لاتے تھے۔ اس وقت عبداللہ بن صوریا ایمان سے مُنکر ہو گیا اور بولا کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ آخر تم نے کیوں انکار کر دیا۔ تو اس نے کہا کہ جبریل تو ہمارے پرانے دشمن ہیں۔ بنی اسرائیل میں بہت سے پیغمبر پیدا ہوئے لیکن انہوں نے تو بنی اسرائیل میں پیغمبری نہیں دی ہم سے دشمنی کی وجہ سے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہمارے پیغمبروں نے یہ بھی بتایا تھا کہ عراق میں ایک بچّہ پیدا ہوگا جس کا نام بخت نصر ہوگا، جب وہ بڑا ہوگا تو اس کے پاس اتنی طاقت ہوگی کہ وہ بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اور بیت المقدس کو تاراج کر دے گا۔ اور جب ہمارے صاحبانِ اقتدار نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ کہاں پیدا ہوگا۔ کس جگہ ملے گا؟ تو جب ہم نے قاتل بھیجے اس کو قتل کرنے کے لئے تو جبریل ہی نے اس کو بچایا اور دوسری وجہ یہ ہے ان سے دشمنی کی کہ یہی تو عذاب لایا کرتے تھے بنی اسرائیل پر۔

وہ بھول گئے کہ وہ عذاب تو اللہ کی طرف سے ہوتا

Marfat.com

تھا، اس لئے ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے اس بیان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قل من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك باذن الله... المؤمنين۔ کہ آپ جبریل علیہ السلام کے دشمنوں سے کہہ دیجئے کہ وہی تو ہے جو اللہ کے حکم سے میرے قلب پر کلام پاک کو اتارا اور وہ یہ کلام ہے جس نے تمہاری کتابوں کی تصدیق کی۔ جس میں قطعی اور آخری ہدایت پیش کی، جس میں مسلمانوں کو بشارت دی۔

اب اللہ تعالیٰ اگلی آیتِ مبارکہ کی طرف آتے ہیں۔ ایک اور واقعہ ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک باد دی کہ تم نے جو کچھ کہا اس کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب مدینہ منوّرہ میں آباد ہوئے تو ان کے پاس تھوڑی سی زمین تھی جو مدینہ منوّرہ سے باہر تھی۔ آپ اکثر اس زمین کی دیکھ بھال کے لئے وہاں جاتے تھے۔ راستے میں یہودیوں کا ایک مدرسہ ہوتا

تھا، جہاں وعظ و نصیحت ہوتی تھی اور ان کی کتابوں کا ذکر ہوتا تھا۔ تو وہ اکثر وہاں واپسی میں اس مدرسے میں یہودی علماء کو سنا کرتے تھے۔ تو ان کے عالموں نے کہا کہ ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے۔ اس لئے کہ صحابیوں میں سے آپ واحد صحابی ہیں جو کہ اس مدرسے میں تشریف لاتے ہیں۔ ہمارا وعظ و نصیحت سُنتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا وعظ نصیحت اور درس اس لئے نہیں سُنتا کہ مجھے تمہارے دین سے رغبت ہے۔ میں یہ دیکھنے کے لئے سُنتا ہوں کہ تمہارے دین میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے متعلق کیا کچھ کہا گیا ہے۔ اور تمہارا درس سُننے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میرے دل میں اور زیادہ جاگزیں ہوگئی ہے۔ میرا ایمان اور زیادہ پختہ ہوگیا ہے۔ میں تو تمہاری کتابوں میں کلام پاک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو پتہ لگانے کے لئے آیا تھا۔

انہوں نے کہا کہ تم تو بدقسمت ہو کہ تمہاری کتابوں میں کلامِ پاک کے متعلق اتنی واضح نشانیاں موجود ہیں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق۔ اس کے باوجود بھی

Marfat.com

تم ان پر ایمان نہیں لاتے ہو۔

اس وقت ان کے عالموں نے ایک لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی اور کہا کہ ہم تو ایمان اس لئے نہیں لاتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے دشمن ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام ہمارے دوست ہیں۔ اگر میکائیل علیہ السلام قرآن پاک لے کر آتے تو ہم ایمان لے آتے۔ چونکہ یہاں جبریل علیہ السلام ذریعہ بنے ہیں لہٰذا ہم نہیں مانتے۔ اپنے دشمن کے لائے ہوئے کلام کو۔

آپ نے فرمایا اس وقت کہ دونوں مقربین الٰہی ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں، جو ایک کا دوست ہے وہ سب کا دوست ہے جو ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔ جو حضرت جبریل علیہ السلام کا دشمن ہے وہ حضرت میکائیل علیہ السلام کا بھی دشمن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دشمن ہے، اس لئے وہ فاسق و فاجر ہے۔ اور جبریل علیہ السلام تو مومنین کے لئے بشارت لاتے تھے، اور کافروں کے لئے عذاب۔

Marfat.com

اب تو دورِ مصطفےٰ ہے، اب تو صرف بشارت ہی بشارت ہے۔ تم ایمان لاؤ تو عذاب سے بچ جاؤ گے۔

اور یہ بشارت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔ یاایھا النبی انا ارسلناك .... منیرًا۔ آپ کو تو ہم نے ساری دنیا میں ایک چمکتا ہوا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی وہ ہستی ہے کہ آپ دونوں جہانوں کو روشن کریں گے۔ آپ لوگوں کو بشارتیں دیں گے۔ آپ میری اس دنیا کی اور آخرت کی گواہی دیں گے۔ جو باغی ہیں آپ انہیں ڈرائیں گے۔ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارت ہے زندگی میں کہ یہ عشرہ مبشرہ جنتی ہیں۔ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور اولیاء اللہ کو بشارت ہے اللہ تعالیٰ کی دوستی اور سلامتی کی۔

تو مومنین کو بشارت ہے مغفرت و رحمت کی، تم اگر خطا کار بھی ہو گے تو میں معاف کر دوں گا یا تھوڑی سی سزا دے کر انہیں کلمہ گو ہونے کا انعام دوں گا اور تمہیں پھر اپنے پاس جنت میں لاؤں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی اور آپ نے

Marfat.com

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر فاروقؓ! تجھے مبارک ہو، تیرے رب نے اس کی تصدیق کر دی، جو کچھ تُو نے کہا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

تو یہ ہے مقام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کہ، انہوں نے وہاں بہت ساری چیزیں کہیں اور دین سے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورے دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آیات نازل کر دیں۔ یہ تھا ان کا مقام اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نبی ہوتے۔

اس لئے، کہ نبیوں کا کیا کام ہے؟ نبیوں کا کام ہے نفاذِ شریعت۔ اللہ کے رسول شریعت لے کر آتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو چار ہزار انبیاء آئے ہیں وہ شریعت کا نفاذ کرانے آئے تھے۔ اس میں یہ نہیں پتہ چلا کہ نبی کا مطلب ہے کہ وہ جو باخبر ہو۔ نبی کو علم غیب ہوتا ہے۔ عبداللہ ابنِ صوریا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کی، آزمائش کی کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس علمِ غیب ہے کہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ ان کے باطن میں غیب ہے۔

اس کے بعد دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ من کان عدو ..... لکفرین ۝ کوئی اگر یہ سوچتا ہے کہ وہ جبرئیلؑ کا دشمن ہے اور پھر بھی میرا پیارا ہوگا تو وہ بڑی غلط فہمی میں ہے۔ من کان عدوًا للّٰہ جو کوئی اللہ کا دشمن ہوا وملئکتہٖ اور اس کے فرشتوں کا، اس کے انبیاء کا، رسولوں کا، جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا دشمن ہوا۔ حضرت جبریلؑ اور میکائیلؑ ملائکہ میں سے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو خصوصی اعزاز عطا فرماتا ہے۔ ان کا شمار عام فرشتوں میں نہیں، اُن کا ذکر خصوصًا ہے۔

آپ غور کریں اس آیت پر، اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام دیا ہوا ہے، اس میں کس خصوصیت اور امتیاز کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ تو اس لئے اس میں وہ بھی آگئے تھے جو اللہ کا، اس کے رسولوں کا، اور اس کے فرشتوں کا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے ذکر کیا کہ وہ مقرب

Marfat.com

ترین فرشتے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں اور ایک بائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں سب سے زیادہ علم حضرت جبریل علیہ السلام کے پاس ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا علم ان کے ذریعے بھیجا۔

اسی طرح نبیوں میں سب سے زیادہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جو فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کوئی ہستی ہے جس کے پاس سب سے زیادہ علم غیب ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے، مختلف معجزوں سے ثابت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو اللہ کا دشمن ہے وہ اس کے ملائکہ، اس کے رسولوں خصوصاً میرے جبریل اور میرے میکائیل (علیہم السلام) کا دشمن ہے۔ فان اللہ عدو للکفرین ۝ یہ دونوں عبرانی نام ہیں جبر، اور میکا، دونوں کا مطلب ہے عبد۔ ان کا اگر عربی میں ترجمہ کریں تو جبریل اور میکائیل دونوں کا ترجمہ عبداللہ آتا ہے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد کا نام بھی عبداللہ

Marfat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عبداللہ کہہ کر پکارا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں کہا عبدہٗ یعنی اللہ کے عبد۔ یہ خطاب حضرت میکائیلؑ اور حضرت جبریل علیہ السلام کا بھی ہے۔

اسی طریقے سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے نام کا عربی ترجمہ ہوگا عبدالرحمٰن۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے جو پیارے نام، پسندیدہ نام مقرر فرمائے ہیں، وہ وہی ہیں جو اس کے پیارے مقرب فرشتوں کے ہیں۔

ان کو دشمنی حضرت اسرافیل علیہ السلام سے نہیں ہے، اس لئے کہ ان کا دنیا سے مطلب ہی نہیں ہے، ان کا کام تو قیامت کے دن آئے گا، صور پھونکیں گے۔ ان کو عزرائیل علیہ السلام کے نام سے بھی دشمنی نہیں ہے اس لئے کہ ان سے تو یہ ڈرتے ہیں، وہ ان سے دشمنی لے کر کیا کریں گے۔ دشمنی ان کو ہوگئی ہے اس حسد کی وجہ سے کہ جبریل علیہ السلام نبوت لے کر بنی اسماعیل میں کیوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا من کان عدوا للہ .... میکئل۔

یہاں قرآن پاک میں میکئل فرمایا فان اللہ ..... للکٰفرین ○ تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ اور جس

Marfat.com

کا رب دشمن ہو گیا اس کو کہاں پناہ ہے۔ اس کے لئے تو سزا ہی سزا اور عذاب ہی عذاب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: ولقد انزلنا.... فاستقون ۵ اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر میری طرف سے اور میرے فرشتوں کی طرف سے لامحدود درود وسلام۔ میں نے جو کچھ آپ پر نازل فرمایا ہے وہ تو بالکل صاف ظاہر ہے کھلی نشانیاں ہیں کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں، آپ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ آپ بشارت دینے والے ہیں، آپ نبی ہیں، سراج منیر ہیں۔

اب اتنی کھلی وضاحت، شہادت اور نشانیوں کے باوجود اگر کوئی آپ پر ایمان نہیں لاتا تو دراصل وہی گمراہ ہے اور کیسا گمراہ ہے؟ جو اپنے گناہوں اور لغاوتوں کی وجہ سے رحمت سے دور ہو گیا ہے۔

فاسق کسے کہتے ہیں؟ جو رحمت سے دُور ہو گیا ہو۔ کفار اپنی بغاوت اور کفر کی وجہ سے رحمت سے دُور ہو جاتے ہیں۔ صاحبانِ ایمان اپنے کبیرہ گناہ اور غفلتوں کی وجہ سے رحمت سے دُور ہو جاتے ہیں۔ ہاں، صاحبانِ ایمان جب رجوع الی اللہ کرتے ہیں تو پھر وہ رحمت کی طرف واپس آ

Marfat.com

جاتے ہیں۔ تو یہ لوگ اللہ کے دشمن ہیں، یہ لوگ فاسق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعالمین ہیں، چونکہ یہ رحمت سے دُور ہو گئے ہیں، اپنی حرکتوں اور لغاوتوں کی وجہ سے۔ تو یہ آپ کے قدموں میں سرِ تسلیم خم کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ اور ان میں تو ایک واضح فرق پیدا ہو گیا ہے۔ آپ سراپا رحمت ہیں اور وہ سراپا فسق ہیں۔ اس وجہ سے آپ نرد دنہ کریں۔ یہ ساری آیات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لئے نازل کیں۔

ابھی میں نے جو تین آیات آپ کے سامنے پڑھی ہیں ان کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ پہلا اصول تو یہ ہے کہ اللہ سے عداوت، سب سے عداوت ہے۔ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے فرشتوں سے عداوت ہے۔ اور اس کے مقرب فرشتوں کی مخالفت یا ان میں سے کسی ایک کی مخالفت سب کی مخالفت ہے۔

دوسرا، جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ نبی کی پہچان اس کا علمِ غیب ہے، نبی کے لئے علمِ غیب ضروری ہے۔ یہ جو حسابی کتابی وہابی لوگ ہیں یہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ تھے، ایک ناک تھی دو کان تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے نبی کہہ دو میرے جیسے ہیں۔ یہ تو نہیں کہا کہ یا یھا المومنین قل۔ وبشر مثلکم۔ یہ تو نہیں کہا نا اللہ تعالیٰ نے، اے مومنین کہہ دو کہ نبی تو تمہاری طرح انسان ہیں۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہے۔

یہ شریعتِ الٰہی، یہ کلام پاک جو ہے یہ انسان چاہے تو اندر جذب کر سکتا ہے۔ اس کے ہر عمل سے کلام پاک ظاہر ہو سکتا ہے۔ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں، لیکن میں قرآنِ مجسم بن گیا، لیکن ہر کوئی قرآنِ مجسم نہیں بن سکتا۔ ہم میں سے یہ کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ کہہ سکے کہ وہ بشر ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ان کا تو بس ایک ہی کام تھا۔ وہ رسالت لائے اور دے کے تشریف لے گئے۔ بس قصہ ختم، اب تو ہم خود ہی سمجھیں گے۔ نہیں! ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہماری ہدایت کے لئے ہیں۔ اور انہیں علم غیب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اس لئے نبی کا مطلب ہی یہ ہے کہ علم غیب رکھنے والا۔

Marfat.com

ایک اور اصول یہ ہوا کہ ہمارے آپ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم مندر یا کلیسا میں جاکے ان کی عبادت، ان کے وعظ کو سُنیں۔ اس لئے کہ ہمارا ایمان اور ہمارا علم اتنا وسیع اور اتنا حاوی ہم پہ نہیں ہے کہ ہم پہ شیطان و نفس اور ان کی تبلیغ کا اثر نہ ہو سکتا ہو۔ ہو سکتا ہے ہم ڈگمگا جائیں۔ لیکن جو ولیٔ کامل ہے، عالم و فاضل ہے۔ اُسے مناظرے کی نیت سے کلیسا اور مندر جانے کی اجازت ہے تاکہ وہ ان کی باتیں سُن کر ان کے دین میں جو خرابیاں ہیں وہ اُن کو بتا دیں، اُن کے طرزِ استدلال میں جو خرابیاں ہیں وہ اُن کو بتا دیں۔ اور وہ دین کی جو تکذیب کرتے ہیں تو وہ ان کو ٹھیک کر کے بتا سکیں۔

اس لئے پرانے زمانے میں جو علماء ہندوستان تشریف لائے، اولیاء اللہ تشریف لائے۔ یہاں والے غیب کا علم جاننے کی کوشش کرتے تھے، پھر مناظرے میں ان کو شکست دیتے تھے۔ تو اگر تعالیٰ نے کمال علم وفضل عطا فرمایا ہے تو ضرور ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم دوسروں کے دین کے متعلق پڑھیں اور سُنیں، تاکہ ہم اپنے دین کی حقانیت کو ثابت کر سکیں۔

اس سے ایک اور اصول وضع ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو سچا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اُتار دیں۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات کہی تو آیت نازل ہوگئی۔ یہ ان کا فضل و کمال ہے۔

رافضیوں کا بھی دین کے متعلق وہی رویہ ہے، جو کہ یہودیوں کا اسلام کے متعلق تھا۔ وہ تمام انبیاء کو مانتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے تھے انہوں نے بھی امامت کو بارہ اماموں تک محدود کر دیا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام حنبل رحمہم اللہ علیہم ان کے نزدیک امام نہیں ہیں۔

انہوں نے بھی بنی اسرائیل تک نبوت کو محدود کر دیا۔ وہ اسماعیل علیہ السلام اور بنی اسماعیل کا نام ہی نہیں لینا چاہتے۔ انہوں نے بھی، یہودیوں کی طرح کسی کو مانا کسی کو نہیں مانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے۔ یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تو مانتے ہیں، لقبیہ خلفائے راشدین کو نہیں مانتے۔ حالاں کہ ان تینوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ہی قریبی رشتہ تھا۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تعلق ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو "صہر النبی" کہتے ہیں یعنی وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سُسر تھے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے داماد تھے۔ نہ صرف داماد بلکہ ان کو ذوالنورین بھی کہتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں، ایک کے بعد دوسری سے ان کی شادی ہوئی۔

تو دیکھنا یہ چاہیئے کہ کیا ہمارا عمل ان مومنین کے مطابق ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کلام پاک کے ذریعہ سے۔ اگر نہیں ہے تو وہ عمل ہم اپنانے کی کوشش نہ کریں۔ اگر کسی دوسرے فرقے سے متاثر ہو رہے ہیں تو وہ بھی ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جو اللہ تعالیٰ نے معیار ایمان کا بتایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کے ملائکہ کی بتائی ہوئی باتوں پہ ایمان رکھو۔ اور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو اپنا پیارا رکھا ہے تو ہمیں

Marfat.com

حق نہیں پہنچتا کہ کسی کو اپنا پیارا رکھیں اور کسی کے ساتھ تبرّا بازی کریں۔

ایک اور بات اس اصول سے نکلی ہے۔ جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ فرشتوں میں سب سے بلند مقام حضرت جبریل علیہ السلام کا ہے۔ وہ مطاع ہیں جس کی اطاعت کی جائے اور تمام دوسرے فرشتے مطیع ہیں، اطاعت کرنے والے۔ آپ میں اور دوسرے فرشتوں میں فرق یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام خادمِ انبیاء ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی خدمت میں مامور کیا اور دوسرے فرشتوں کو اپنی تمام مخلوق کی خدمت کے لئے مامور کر دیا۔ کوئی بارش لاتا ہے، کوئی ہوا لاتا ہے۔ تو یہ فرق ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام انبیاء عام مخلوق سے افضل ہیں۔ تو انبیاء کا خادم بھی تمام مخلوق کے خادموں سے زیادہ افضل ہوگا۔

یہ جو آیت نمبر ۹۹ ہے: ولقد انزلنا... فاسقونؕ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک واقع ہوا وہ اس کا شانِ نزول ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مشرک تھے، عیسائی تھے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے بنی اسرائیل سے زیادہ صاحب

Marfat.com

ایمان سمجھتے جانتے تھے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔

معاذ بن جبل نے ابنِ صوریا سے کہا، خود ان کے یہودی علما سے کہا کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اعلان نہیں ہوا تھا، اس وقت تو آپ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ ان کی تمام نشانیاں بیان کرتے تھے۔ توریت میں اور دوسری کتابوں میں اور انبیاء کے واقعات میں اور آپ کے ذکر سے اور آپ کی باتوں سے ہم مشرکین کے دلوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت جاگزیں ہوئی کہ جب انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان کیا، تو ہم نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور پڑھ لیا: اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ تو تم نے ان کی تعریف کر کے ہمیں تو ان کا شیدائی بنا دیا اور تم وہی منکر کے منکر ہی رہے۔

ان سے یہودیوں نے یہ کہا کہ وہ توریت کی نشانی لے کر نہیں آئے۔ اس لئے وہ ان پر ایمان نہیں لائے ایک بہانہ بنا دیا اور یہ کہ جبریل علیہ السلام ان پر لپکے آتے ہیں جو

Marfat.com

ہمارے دشمن ہیں، اس پر یہ آیت اُتری کہ : ولقد انزلنا ..... بینٰت ﮃ ہم نے اتنی صاف شہادت دے کر، نشانیاں لے کر نازل کی ہیں۔ آیات کے فوراً بعد ان لوگوں کو ایمان لانا چاہیئے تھا، جو باتیں یہ بیان کر رہے تھے، وہ سب کچھ آپ میں موجود ہے۔ لیکن چونکہ یہ رحمت سے دُور ہو گئے ہیں اس وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے وابستہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شریعت پہ ہمیں قائم رکھے، اللہ تعالیٰ ان کے غلاموں، محبوبین، اور عاشقین کی جو نسبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو عطا فرمائی ہے، اُس پر ہمیں قائم رکھے۔ آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تفسیر علیم

(قرآن حکیم)

جلد چہارم

از

خواجۂ عارفاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مفسّر القرآن

فدائے عشقِ محمدی

ضیائے غلام عارفی وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی

قادری چشتی صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com